

مجموعہ

۸

نمبر پابت ماہ رمضان ۱۳۵۵ھ جلد

بسر پرستی
جناب فیض مآب اجد چندا پرشاد بہادر خلف الصدق عالیجناب
پیشکار بہادر سرکار عالی التخص بہ شاد و ام اقبال

مرتبہ

نواب محمد عبداللہ خالصاحب ضیغم لکھنوی ساکن بلدیہ
حیدر آباد شاگرد شہ حضرت ہوش رئیس بی
مطبع کلاں روکن میں باہتمام محمد رفیع الدین صاحب چکر شاہ

قواعد ضروری

یہ گلدستہ مہنے میں ایک بار چمک پڑتا ہے اور ایک مشاعرہ ہی قرار دیا گیا ہے۔ جو ہر مہنے کی پہلے جمعہ کو ہوا کریگا۔

ان شعر کو جو مشاعرہ میں تشریف لاکر غزل بنتے ہیں اور محکومیت میں نہ گلدستہ مفت لیا جائیگا جو شایقین اس گلدستہ کی لینے کی خواہش کریں گے اولیٰ (سے) روپہ سالانہ بہ ہر پیشگی لیا جائیگا۔

روسا اور والیان ملک کی قدردانی پر موقوف ہے۔

مشاعرہ میں طعن و تشنیع کے اشعار اور غزل پڑھنے کی سخت ممانعت ہے۔ اور نہ غیر طبع غزل پڑھنے کی اجازت دی جائیگی۔

گیارہ شعر منتخب درج ہونگے زیادہ کے لئے فی شعر (۱۱) اجرت لی جائیگی غزل خوشخط اور صاف لکھ کر لانا چاہئے مدد غلطی کے ہم فہم دار نہیں۔ جملہ خط و کتابت برقی ہے

(حیدر آباد و کس جلالکوچہ)

حضرات

نواب مرزا خان صاحب آغ نے خواجہ حیدر علی آتش مرحوم کی غزل پر غزل لکھی ہے اور اوپر اوں کو دعویٰ ہے۔ مہنے اپنی یہاں کے مشاعرہ میں وہی مصرعہ طرح قرار دیا ہے اگر مرزا خان صاحب غزل میں شریک ہوئے تو حال کھل جائیگا۔

اور معلوم ہو جائیگا کہ یہاں بھی ایسے ایسے کہنے والے موجود ہیں یہ مشاعرہ دلچسپ بنائے کے پہلے جمعہ کو ہو گا اگر شعرائے نامی لکھنؤ وغیرہ کے غزل میں نہ کیجئے بلکہ جائیگے تو ضرور مشاعرہ میں بھیجا جائیگا مصرعہ طرح (پہنیاں تہی ہیں بوسہ خیر) یہ ضمیمہ صاحب کے گوشن کا نتیجہ ہے کہ یہ گلدستہ چمک مفت تقسیم ہوتا ہے و نیز ایک مشاعرہ ایک شعر کے لئے مانا قرار دیا گیا ہے۔ صاحب کو مشاعرہ کرنے اور شعر و سخن سے جلد شوق ہو سکتا ہے بلکہ خوب جانتے ہیں۔

قصہ مصطفیٰ

پہنچی حسرت تھی کوئی جسکو نکلنے ندیا

نمبر ۳۸ باب ۱۰ ماہ رمضان ۱۳۵۸ جلد

افضل جناب افضل الدولہ مظفر اسلمک منشی سید
افضل علیخان بہاؤ شکوہ جنگ خفاف اصغر و شاگرد
حضرت اسیر مرحوم لکھنوی

نہاں سے تنہائی کا ارمان نکلنے ندیا
اس سے سب بڑا تو ہے اس سے سب سے ندیا
برف میں دالیا آگ میں جلنے ندیا
تو نے خالی بھی بنے ہاتھوں کو ملنے ندیا
زور کیٹائی کا آئینہ سے ملنے ندیا
تیرے لئے لفظ سے معنی کو نکلنے ندیا
مردوں کو پہیرے ہوئے سنہ کبھی ندیا
مٹھو بدنام نکرنا کہ نکلنے ندیا

دل سے تنہائی کا ارمان نکلنے ندیا
دل سے دگر جان کے خواہاں ہوں
سرد درختی پس گرمی عداوت کیوں یاد
میں سے میں کف جانا نہیں جانا نہیں ضعف
عکس سے شکل دونوں اوسکو دکھائی دم زیب
سجھے ہم خاک اوس پر وہ نشین کی تحریر
تو کر نہ دون کا کیا جاوے اس دنیا کی
ساتھ اوس تیرے بنائے تو جانا دل نہار

دل نہ تیر کو نکلا ہوا ارمان سمجھا
پاکے نکلے ہوئے ارمان کو نکلنے نہ دیا

اشک جناب سید علی حسن صاحب لکھنوی منصف

ریاست حیدرآباد

شہر میں نے رنگ قیامت کا بستے نہ دیا
دو قدم ناز سے اوس شوخ کو چلنے نہ دیا
دو شہر پر لینگے احباب جنازہ پس مرگ
پاس آداب سے پیدل مجھے چلنے نہ دیا
موسم گل میں بھی زندان سے رہائی نہ ہوئی
پاؤں کپڑے رہی زنجیر سے نکلنے نہ دیا
شادی وصل نہ قسمت نے دکھائی افسوس
بیل منڈ ہے نہ چڑھی پہوٹے پھلنے نہ دیا
دھوکے ٹھنڈا کیا دل سوز غم فرقت میں
میں ہی چوکا کا اسے خوب سا بچنے نہ دیا
موتوں اڑیاں رگڑا کیے پا پڑ بیلے
کبھی بیماری فرقت نے سنبھلنے نہ دیا
جب کوئی چال چلی عشق میں منہ کی کہانی
رنگ پائے کا مقدر نے بستے نہ دیا
زہر کھانیکا ارادہ تو کیا ہے دل میں
روز فرقت بھیجی ہو کا جوا بھلے نہ دیا
گالیان ہکو جو دین شک سے مانع ہوئے غیر
اور تھوڑا سا اونہیں زہر او گلنے نہ دیا
عمر بھر کاوش خرگاٹے رہے ہم بچپن
دل سے اس پھانسی کو ظالم نے نکلنے نہ دیا
شہر نگین چشم دکھا کر ہمیں مارا ہوتا
یہ تو پلٹتا ہوا جا دو تھا جو چلنے نہ دیا
غشق گیسو بھی دل زار کو خجال ہوا
ایسی تجھ سے کتھیاں ڈالیں کہ نکلنے نہ دیا
طفل دل کو مرے پہلا ہی لیا ظالم نے
افعی زلف کی دہشت سے چلنے نہ دیا

خاک پر سو رہے جا جا کے وہی لوگ ہی اشک

عطر مٹی کا بھی جب کو کبھی ملنے نہ دیا

احسن جناب حکیم مہدی حسن صاحب لکھنوی

ساکن حسب در آباد

اس لیے غم دل مضطر سے نکلنے نہ دیا
عطر مٹی کا کبھی یار کو ملنے نہ دیا
چین اک دن بھی ہمیں اپنی کل نہ دیا
دل سے باہر تری پیکان کو نکلنے نہ دیا
نخل اسب کبھی پہونے پہلنے نہ دیا
اے صنم کیا تجھے قسام از لے نہ دیا
دل بھرا یا تھا مگر اشک نکلنے نہ دیا
بہنو دی نے کوئی ارمان نکلنے نہ دیا

حب فرست میں جو قسام ازل سے نہ دیا
تھا کہ تربت کا مری شبہ جو اغیار کو تھا
اُجنگک سمجھے نہ ہم وعدہ فردا کی غرض
و یکہ ما ترک اسے شوقِ خلش کہتے ہیں
ناموافق چمن دہر کی تھی آب و ہوا
ناز و انداز واداشوخی و حسنِ غمزدہ
خیر گزری نہ فرو ہو گیا طوفانِ اوٹھکر
آپ ہی میں نہ رہے دیکھ کے ہم اپنی شکل

کہنے کو کہہ دینے کیجئے شعر مگر ای احسن
تھی ردیف ایسی کہ کچھ لطف غزل نہ دیا

احمد علی پنجاب محمد احمد خان بہادر تعلقدار و مجسٹریٹ مرزا گنج وغیرہ لکھنو

پائے خفتہ نے روراست پہ چلنے نہ دیا
کہ چراغ ایک لحد پر مری جلنے نہ دیا
مرغ دل کو کبھی چھند سے نکلنے نہ دیا
دم بھی میرا شبِ فراق میں نکلنے نہ دیا
شعر اچھا کوئی ہے فکر نکلنے نہ دیا

عقل تو نے ہمیں تا عمر سنبھلنے نہ دیا
رنگ تناباد لہجہ کو بھی یہ تجھے پس گ
زلف جنجال ہوئی جا بکلی ای جانِ جہان
اوس سیداکونہ آنے دیا مجھ تک جو فلک
پیشِ ارباب سخن پیش کرین کیا یہ غزل

ایسے محتاط رہے عالم اسباب میں ہم ہاتھ چھونے نہ یا بات نکلی ظالم نے و اے اے ضبط کہ گٹ گٹ کی ہوا کھلم آئے کب پائے وہاں کشتہ زخم کار کوئی	ایک چونٹی کو بھی پاؤں سے کچلنے نہ یا وصل کی شب کو لی ارمان نکلتے نہ یا ایک آنسو میری آنکھوں سے نکلتے نہ یا بستے کوچہ میں کبھی تیغ کو چلنے نہ یا
---	--

چرخ احمد کو اودھ ہی میں بٹھایا محروم
پیش نواب کن بھی کبھی چلنے نہ یا

جناب اشہر صاحب

و دو قدم غم نے سید ہاؤں میں چلنے نہ یا الف تاملت جانان ہوئی آخر آفت حق تعالیٰ نرمی گیسو کی کرے عمر و راز بیری پہنا کے عزیزوں نے مجھ مت کہا چرخ نے دیکھو حسنین میں بھی ڈال ہی تھا یاد میں زلف کی آنسو نہ بایا میں نے	نانے قید بن کر سے نکلتے نہ یا اس عصا نے مجھے پیری میں سنیلے نہ یا شب وقت سے سر زد گدوہ ملنے نہ یا ہائے طفلی میں بھی زندان سے نکلتے نہ یا مہر و نور شید کو مل کر کبھی چلنے نہ یا شب تاریک میں لڑکوں کو نکلتے نہ یا
--	--

یار کی شرم کا احسان ہی مجھ پر اشہر
کہ اہل سے سامنے غیروں کے نکلتے نہ یا

احمد جناب علی الدین احمد شبیر محمد ابراہیم صاحب
داروغہ میز مبارک علی حضرت ملازم محاصرہ خاص

اوسے غارہ بھی رخ صاف پہلنے نہ یا
دل سے حسرت کو کسی طرح نکلتے نہ یا

شاہم کا وعدہ تھا اور کنگنی جانِ قہر زخم کھائے تھے نری تیغ کے ایسے قاتل عین محفل میں ہوا فاش ہوا تھا پردا دست بوسی کی ہو س رہ گئی ولید قاتل کیا بگاڑا تھا تہ اجڑا ستمگر ہم نے	ملک الموت نے چھدن بھی تو ڈھلنے دیا چاندنی میں مجھے بارون نے نکلنے دیا ضبط نے کام کیا نالہ نکلنے دیا قتل سے پہلے مجھے تو نے سنبھلنے دیا ایک ارمان بھی تو نے جو نکلنے دیا
--	---

نابند اہل سخن جس کو کرین اسے احمد طبع موزون وہ مضمون ہی ڈھلنے دیا
--

جناب اثر صاحب لکھنوی ساکن حیدر آباد

یاں جو دو کام مجھے ضعف نے چلنے دیا تا تو انی کا برا ہو کہ شب و صلت میں تھاع و سان چہن کی نظر بد کا جو خون کلام کر مائے ضرور آج یہ دست گستاخ سرو نے پانی اکڑ پٹکی سنا گلشن میں او نکلا بستہ جو چلنے کی بہت عادت ہی	و ان نرا کت نے او نہیں گھر سے نکلنے دیا کوئی ارمان مرے دل کا نکلنے دیا میں او نہیں لیکے چلا آیا ٹھلنے دیا مجھ کو تو عطر بھی اوس شوخ نے تھپے دیا پا بہ رگل کر دیا اللہ نے چلنے دیا جلد خنجر بھی مرے حلق پہ چلنے دیا
--	---

باغ چلنے کا تو وعدہ تھا نہ معلوم اثر کون مانع ہوا کہنے او نہیں چلنے دیا
--

اثر جناب میر فیاض علیہ صاحب بنیر و حیدر الدولہ شاگرد جناب

ضبط نالے کو کیا اشک نکلنے دیا ترے فخر و عین نہ آبا کبھی میں شکر خدا	طفل دل کو کسی صورت سے چلنے دیا جوڑ تیرا بت پر فن کہی چلنے دیا
--	--

جوں وحشت میں بھی حاصل نہوئی شوکت کی سیر شکر کی جا ہے کہ اعجاز لب جانان نے	یا توں کے آبلوں نے رہتہ چلنے ندیا شعبہ چشم فسون ساز کا چلنے ندیا
--	---

صاحب قلم لکھنوی

اے افسر کونسی محفل میں نہ رنگ اپنا بجا کس جگہ لطف بہلا اپنی غزل نے ندیا
--

بقار جناب میر بادشاہ علی صاحب خاں میر وزیر علی صاحب

آہ و غریب سے کیوں دل کو بھلنے ندیا آپ سے آپ کیا سوز و رن کو ٹھنڈا حسن نے اوسکو بہار تماروت نے مگر یکسا ایک کی ضد کوئے صنم میں کدلی ہوں وہ لاغر کہی اوٹا تو مرے سایہ کی نام بد نام کیا غیروں نے اور یاروں نے کیا غضب کی تہین لگا بہر کی ہوا بیچ کیوں نام شمت کا ہوا ہو کے شمر یک شمت	شکوہ غیر شا جو منہ سے نکلنے ندیا نفس سرد نے پنکھا مجھے بھلنے ندیا اک کلمہ تو آنکھ زبان کو بھی بدلنے ندیا بنے دیکھو تو مجھے دل نے چلنے ندیا مجھ کو نکالے ابا گرا یا کہ سنبھلنے ندیا نام رکھ رکھ کے مجھے نام بدلنے ندیا مارین چہر یان مجھے خنجر کو جو چلنے ندیا پنچ کس کس کو تری زلف کی بل نے ندیا
--	---

اس جناب پر یہ دعا ہے کہ نقادوں نے مرے مجھ کو الزام محبت سے نکلنے ندیا
--

دہلوی

باؤل جناب میر غلام علی صاحب شاگرد جناب باقل

میں نے بوسہ چلایا اوسکے لب شیریں کا اوسکے آنے ہی خوشی سے میں ہوا ہوا بخود وہ نہ آنے کا گلہ سنکے یہ بولے ہنسکر	مجھ مجھے ذائقہ پھر قند و عسل نے ندیا وصل میں بھی دل مضطر نے سنبھلنے ندیا میں تو اتنا تازا کت ہی نے چلنے ندیا
---	--

گاشتر عارض خوبان کا تصور جو رہا
خلد میں بھی دل با ذیل کو پہلنے ندیا

جلال۔ جناب سید ضامن علی صاحب لکھنوی

<p>رنگ حیرت سے زمانہ کو بدلنے ندیا پھر جو نظروں سے گرایا تو سنسنیلے ندیا دو قدم کو چہ محبوب سے چلنے ندیا کیون لگی میری بھائی ابھی چلنے ندیا اگیا ہوش فراخ دم کو او بٹنے ندیا ناز کی نے اسے گلشن میں ٹہلنے ندیا یہ بھی حسرت تھی کوئی جب کو نکلنے ندیا نری ٹھوکرے قیامت کو سنسنیلے ندیا</p>	<p>شوخیوں سے نری کچھ کام نکلنے ندیا بدتون ضبط نے اشک آنکھ سے ڈلنے ندیا لاکھ احسان جنازے پر گرا باری کی اشک شمع کے پروانے کو شکوہ ہی یہی ولمیں جو کچھ تھا وہ کھٹالتے مست عشق بیکٹ طاؤس میں تلوار مضر چلتی اٹھک کر زکے محض جانان میں خلک ملگنی خاک میں بر حیدر اوٹھی اوٹھ سکی</p>
---	---

ہام پر آئے تھے وہ ہم بھی وہیں ہوتے جلال
رہ گئی کچھ طلبش شوق او چلنے ندیا

تسکین۔ جناب محمد عبدالسلام صاحب کن حیدر آباد

<p>دو قدم ضعف نے بیمار کو چلنے ندیا بہ بھی حسرت تھی کوئی جب کو نکلنے ندیا</p>	<p>دو فرقہ نے مرے دل کو پہلنے ندیا بات کر لیتے دم نزع بہلا کیا ہوتا</p>
---	---

جناب حبیب صاحب گرو حضرت اسیر مرحوم لکھنوی

<p>خدا بال لب یہ کنواں لیکن او بٹنے ندیا</p>	<p>آنکھ سے اشک شب بھر نکلنے ندیا</p>
--	--------------------------------------

<p>بعد مردن یہ عداوت تھی ہوا کو مجھ سے رکھا محروم شہادت سے نزاکت سے تری آرزو لپٹی قدم سے تو کبھی دامن سے تب وقت نے ٹہایا صفت نفرت قدم فرقت یار نے وحشت یہ بڑھائی دم سیر یہ کہیں لف کی زنجیر نے مشکین وصل کیا کوئی سرو تھا میں بھی جہنم ہی میں بیوفائی کے رہے یار سے شکو کا صبح</p>	<p>شمع تربت کو سر شام بھی جلنے نہ یا حلق پر خنجر بیدار کو جلنے نہ یا دل کی بستی سے غرض اوسکو اٹکنے نہ یا نہ خوف نے چار قدم اوسکے ٹٹکنے نہ یا باغ میں ایک گھڑی جی کو بہلنے نہ یا ہاتھ دو ہاتھ مرے دلوں کو چلنے نہ یا آسمان نے جو مجھے پہولنے پہلنے نہ یا وصل کی رات فرار دو پہل نے نہ یا</p>
---	--

مژہ چشم سمجھنا تاج و وحشت میں حبیب
 ابد سے کبھی کانٹے کو ٹٹکنے نہ یا

حکیم جناب مرحمت الدولہ منشی سید غرض نظر علی خان
 صولت جنگ خلف اکبر و شاگرد حضرت سیر مرحوم لکھنوی

<p>بڑھ کے ابرو نے تری تیغ کو چلنے نہ یا زور بھی کچھ ملک الموت کا چلنے نہ یا فقر کا رنگ مگر مجھ کو بہلنے نہ یا ناز کی نے اونہیں دو کام بھی چلنے نہ یا حوصلہ صبر و تحمل کا ٹٹکنے نہ یا مے کو ساتی نے جو غیث سے ٹٹکنے نہ یا چلنے سے داغ کی طرح کیوں بہر چلنے نہ یا شخص نے ارمان نظر سے ٹٹکنے نہ یا</p>	<p>حوصلہ تیر کا مرگان نے ٹٹکنے نہ یا ضعف نے دم کو مرے تن سے ٹٹکنے نہ یا رنگ اپنے تو زمانے نے ہزاروں بدلے کب کی یار بختی عداوت کے چلے جیہ ادھر جب رہا ظلم نہ کوئی تو فلک باز آیا وہ پری اسکو تو ہر رند اسے حال سمجھا بزم جانن میں چلا میں تو یہ انکھوں کہا حال مہسی یہ تاسف سے تجلی نے کہا</p>
--	--

اوسکے چہرے سے کسیدن بیٹنی لفسیاد | شب نے خورشید کو پردہ سے نکلنے ندیا

ذاکر۔ جناب سید نور احمد حسینی صاحب

اس قدر جلد کیا قتل مجھے قاتل نے | آد کا لفظ مرے منہ سے نکلنے ندیا
آفت ری سوت کہ شب بھجرنا لاون | چال میں بڑھ کے کبھی برق کو چلنے ندیا

کو چہ با کج بزم کیا ذاکر نے |
خسوف کبخت نے ہرگز او سے چلنے ندیا

سنخی۔ جناب نواب میر خیرات علی خان صاحب تلمیند
جناب منشی صاحب جگ لکھنوی شاگرد جناب آتش صاحب جوم

دل کا ارمان مقرر نے نکلنے ندیا | نخل اسب کہی ہو لئے پہلنے ندیا
حوصد دل کا شب وصل نکلنے ندیا | حسن کے رعب نے فقر کوئی چلنے ندیا
ت نفش قدم عمر برب کی ہم نے | خاک ساری نے کبھی رنگ بدلنے ندیا
حسن تدبیر سے آنے ندیا فقر و نین | سحر غیروں کا کبھی یار پہ چلنے ندیا
شکر صد شکر کہ محفوظ رہا پھرنے سے | ناتوانی کا بھلا ہو مجھے چلنے ندیا
مین وہ عاشق ہوں محبت رہی ملین پہنا | جوش کھاکر کبھی اس جی کو او بلنے ندیا
ہر جگہ ساتھ رہا عشق مصیبت کی طح | دو گھڑی بھی کہیں دل اپنا بھلنے ندیا
آتش غم سے کلیجہ نو پہونگا جاتا حت | سر مری نے مگر آپکی چلنے ندیا
بات کر نیکی بھی مملت نہ ملی یار و ن | وقف دم بھر کا بھی افسوس اچلنے ندیا
رہ گیا تیر ستم کا ترازو ہو کر | جذب الفت نے میری دسے نکلنے ندیا
ہوں وہ عاشق کبھی بلبل کی خاطر ڈری | پھول ہاتون سے کسی شخص کو ملنے ندیا

کسی صورت سے نہ مضمون بند ہار لفظوں کا	تپش بھرنے کب دل کو پچھلنے ندیا
	دل پر نشان رہا لطف غزل نے ندیا

اے سخی باد مخالف نے پس مردن بھی
قبر پر شمع کو اک رات بھی جلنے ندیا

سیف جناب محمد فخر الدین صاحب تلمیذ جناب سید احمد علی

شکوہ کرین شگ حوادث سے بین کھا فی جان	اہل دنیا کو فلک تو نے سنبھلنے ندیا
ہم نعل جیسے نہیں ہے وہ مرا جت بنا	در پہلو نے بھی پہلو کو بدلنے ندیا
بیقرار سی و طیش مست عاشق ہو یہی	چہن تقدیر میں فقام ازل نے ندیا
خف سے نقش قدم عشق کی ترل تزلزل	بار فرقت نے تو دو گام بھی پہلنے ندیا

ہو گیا سو گم کا غلام بن بچہ میں سیف
غم گل روئے مجھے ہو لئے پہلنے ندیا

سردار جناب نواب سردار علی خان صاحب شاگرد

نا امید کا برا ہو کہ سنبھلنے ندیا	عمر بھر ایک بھی ارمان نکلنے ندیا
منہ لپٹے ہو وہ وصل کی شب تابہ سحر	شرم نے مطلب دل ہائے نکلنے ندیا
زیست کا سوق رہا بعد فنا بہر عشق	روح خستہ جامہ ہستی کو بدلنے ندیا
کر چکا تھا اثر عشق مرا کام تمام	سرد آہوں کا قلب کو پہلنے ندیا

تھا یہ پاس ادب دامن قاتل سردار
دہن زخم سے جو خون اوہلنے ندیا

شیر شاہ جناب میر تقی محمد عبداللہ صاحب لکھنوی

<p>درد دل نے جو کسی طرح سنبھلنے دیا ایسے کچھ سو گئے غمے وصل کی شب بیکار ولین تھا یار سے جی بھر کے کرینگے نکل سطح تیغ ادا کر گئی ٹنڈی شب وصل خوف رسوائی محبوب میں آہیں کیسی پردہ پوشی محبت جو رہی مد نظر شام ہی سے جو مجھے خوف سحر نے گھیرا دیکھتے کبک چمن آج اسے کہتے بین خرام</p>	<p>جان کو ضعف نے ہی تن ہی نکلنے دیا نیند خواب میں بھی آنکھوں کو ملنے دیا حسن کے رعب نے کچھ منہ سے نکلنے دیا سوز ہجران میں گھڑی بھر مجھ جلنے دیا ضبط نے قلب بھی سینہ میں اوچھلنے دیا ضبط نے ترع میں بھی رشک کو ٹوٹنے دیا کوئی ارمان غیب وصل نکلنے دیا ماز کی نے اونہیں دو گام بھی چلنے دیا</p>
--	---

خاک ہوتا قافہ فونخیز میں پستان کا اُبھار
سرو کھکڑے سے شمشاد نے چلنے دیا

شاد۔ عالیجناب راجہ کشن پرشاد بہادر پیشکار خاصہ کار کا

<p>گرچہ میں نے دل مضطر کو اچھلنے دیا مونس و یار ہمارا تھا خیال جانان طفلیک اشک کی اللہ سے عاظنی ہو کے بسا ختہ وہ گھر کو ہمارے آئی ضعف کے زور کا احسان ادا کیا ہوگا بنکے آئینہ منفل وہ دکھا سوراں گ اون کو وان ولولہ قتل تھا حد زاید بوجہ سے بیٹھ گئے نفش اوٹھانیوالے</p>	<p>درد پہلو میں یہ اوٹھا کہ سنبھلنے دیا غم فرقت نے مرے دل کو بھلنے دیا چشمہ دیدہ گریاں کو اوٹھنے دیا اثر نالہ دلکش نے سنبھلنے دیا تاوان کو کف افسوس بھی ملنے دیا رنگ او سے دل مضطر کو بھلنے دیا جھکویاں شوق شہادت نے سنبھلنے دیا جب میرے بارگنہ نے اونہیں چلنے دیا</p>
--	--

کیا گلہ کس سے کہ اس جہنم میں پرورنے

شاہ صاحب کوئی ارمان نکلنے نہ دیا

شیم جناب میر فرخند علیہ صاحب شاگرد جناب ضیا صاحب
لکھنوی ساکن حیدر آباد

<p>ابر تار یک نے سورج کو نکلنے نہ دیا سخت جانی نے ہر آدمی کا نکلنے نہ دیا باغ عالم میں مجھے پہونے پہلنے نہ دیا تیر ہزگان یہ لگائے کہ سنبھلنے نہ دیا دل سے ارمان کی طرح بیٹے نکلنے نہ دیا زلف جانان سے کہی دل کو نکلنے نہ دیا جھکو بھی غش نے او سی طرح سنبھلنے نہ دیا قافلہ رایت کو قزاقوں نے چلنے نہ دیا</p>	<p>غیر نے او سکوبریام نکلنے نہ دیا تیرہ بختی سے شب بھر سحر بھی نہ دیا آتش بھرنے پہونے کا صفت نخل چار اسم ایجاد کا نظارہ بھی تھا آفت جا راستہ ہونے آج کوئی اوسکا خدنگ وہ بلادوست ہون موڑا نہ ہلا کہی نہ دیا مین ہی موسیٰ کی طرح رہ گیا مشتاق جمال زلف شگولے پھنسائے دل عشاق کی خوش</p>
--	---

ماتون سے اسی وعدہ بہڑ پتا ہے شیم
بیکلی سے او سے چلن آجکی کل نے نہ دیا

شوق جناب شوق صاحب شاگرد جناب حبیب لکھنوی

<p>مجمکو یک آن کا وقفہ ہی اچلنے نہ دیا اس قدر وار لگا کہ سنبھلنے نہ دیا غش نے اچھٹنے نہ دیا ضعف نے چلنے نہ دیا کوئی ارمان دل شہید اکا نکلنے نہ دیا مہ کو آج اگر تو نے نکلنے نہ دیا</p>	<p>وقت وعدہ کا کسی طرح سے نکلنے نہ دیا ماتون پر بھی نہ تامل نے فرار جم کیا جب چلا کو جہ دہار کی جانب افسوس آف رہے پر گشتی بخت کسی پہلو سے مہ کو آج اگر تو نے نکلنے نہ دیا</p>
--	---

خلق میں ہم ہیں وہ ثابت قدم راہنما	شکوہ جو رتبان منہ سے نکلنے ندیا
-----------------------------------	---------------------------------

نفاذ ہر کار عالی

روح پرزائی قاتل کا ہے حسان ای شوق	دل کو پہلو میں دم فوج او چلے ندیا
-----------------------------------	-----------------------------------

شاعر - جناب میر شایق حسین صاحب کیڈ کا فواج

بمخودی سنے ترے آگے تو سنبھلنے ندیا	حرف مطلب ہی مرے منہ سے نکلنے ندیا
صبح کردی ستم ابجا منے ضد ہی ضد میں	حوصلہ دل کا شب وصل نکلنے ندیا
روک لیتے دم زحمتا و نہیں منک کے	دل مضطرب ذرا ہلکے سنبھلنے ندیا
شب کو میری نفس سرد نے اندھ کیا	اوسکی محفل میں چراغ ایک ہی چلنے ندیا
مرے مرے ترے عشاق بچے حیرت کیا	سحر آنکھوں کا لبون نے ترے چلنے ندیا

یہ نباتات اپنا ربا عشق مرے میں شاعر	جان دی تیر مگر دل سے نکلنے ندیا
-------------------------------------	---------------------------------

شوق - جناب غلام محمد عرب صاحب حیدر آبادی

موت کے وقت کو تقدیر نے ملنے ندیا	گو سنبھلا ابھی لبلا لاکھ سنبھلنے ندیا
سرو کی طرح رہے ہم بھی جانا نہیں آزاد	عشق قامت نے ہمیں پہونے پہونے ندیا
وصل کی ادائے نکل آئی نہیں لاکھوں میں	دل مضطرب نہ مگر راہ پہ چلنے ندیا
کہدیا اولے کرباب ہجر میں مرجا بیٹھے	ضعف نے بات کا پہاؤ بھی بد لے ندیا
سر مگر چشم جو بھرتی تھی نگاہوں میں	نیل آنکھوں نے دم مرگ بھی ڈھلنے ندیا

شوق مستی میں بھی اللہ سے رہتی ثبات	سر کے بل بیٹھ گیا پاؤں پہلنے ندیا
------------------------------------	-----------------------------------

صغیر جناب سید فرزند احمد صاحب بکرامی حال مقیم آڑہ

<p>ترے دربان کو رقیبوں نے بدلتے دنیا مارا آنکھوں نے مجھے اور جلا یا لب نے قابل داد ہے یہ طبع شناسی میری ہم دیو انون نے جب گمیر لیا بستے میں اے شب وصل تو بیشک ہی سحر کی عانت سحر کو نہوڑا ہے ہو کر بگنے وہ ڈھوڑ بھی مرے مرنیکی خبر غیروں سے پانی طاف یون اوٹے خواب لمحہ سے ترے کتنے دم شمر اونکی محفل سے جواٹوایا بغیروں نے مجھے</p>	<p>ایک شب بھی ہر ارمان نکلنے دنیا ترے اعجاز نے جادو ترا چلنے دنیا ناخوشی میں ترے تیور کو بدلنے دنیا اپنے حلقے سے پری کو بھی نکلنے دنیا ثری جلدی نے مرا کام نکلنے دنیا شرم نے ساتھ جازیکہ بھی چلنے دنیا تجکوت ہے کھٹا فوس بھی ملنے دنیا شوق دیدار نے آنکھوں کو بھی ملنے دنیا ہنسکے کتنے میں کہ ہی ہوا بھی چلنے دنیا</p>
--	--

ضیغم۔ خاکسار محمد عبداللہ خان مہتمم شاعرہ و مالک گلدستہ شاگرد رشید حضرت ہوش ربیعین بی

<p>وہ جو آئے بھی نوار مان نکلنے دنیا عمر بھر باغ جہان میں رہے ہم پھر مردہ میں تڑپتا رہا اور آپ نہ ٹھہرے دم بہر وانت پیسے ملک الموت نے کیا کیا جھپیر غیر کو دیکھنے محفل میں وہ پہلو سے مر شعہ داغ کو کیوں تو نے بجا یا ایاشک اسفہ حسرت ہرمان نئے گمیرے دلکو</p>	<p>دم بھی لینے مجھے کج بخت اچلنے دنیا صرصر غم نے کبھی پہونے پہلنے دنیا کس سے وعدہ تھا مری جان جو ملنے دنیا جب خیال لب جان بخش کو ملنے دنیا اوٹھ گیا شمع کی صورت او سے چلنے دنیا غی ہی اسکی سدا خوب سا چلنے دنیا کہ تڑپ کر او سے پہلو سے نکلنے دنیا</p>
--	--

شیرین



دام گیسوئے کس طرح نکلنے نیا مرے دل کا کوئی ارمان نکلنے نیا ہاے بیمار محبت کو سنبھلنے نیا دل بیتاب کو پہلو میں سنبھلنے نیا ضعف کجخت نے پہلو بھی بدلنے نیا خیر گزری جو نزاکت نے ٹٹنے نیا غم فرقت نے کہیں دل کو بدلنے نیا	لاکھ تدبیر کی بر طائر دل کو میرے کیا قیامت ہو شب وصل خیا اوں کی جان لی درد دہائی نے مری آخر کار درد فرقت کا وہ اوٹھا کہ آنسی تو بہ خاک ملنا شب فرقت میں تڑپے کلہرا چال اوں کی تو قیامت ہی بپا کر دیتی اور دونی ہوئی لوسیر چہرے دشت
--	--

کوچہ یار میں کس طرح پہنچتا صنفی غم
ضوفا نے ایک قدم بھی اوسے چلنے نیا

عزیز جناب خواجہ عبد الغفر صاحب تلمیذ حضرت میر کاظم

کچھ بھی ارمان مرے دل کا نکلنے نیا کو نسا وعدہ مرا تھا کہ جو ملنے نیا ترے اقرار نے پہلو بھی بدلنے نیا حلق پر خنجر سفاک کو چلنے نیا ایک آنسو مری میت پہ نکلنے نیا جو چراغ اک سرہدفن مرے چلنے نیا	کر دیا قتل سنگمرنے سنبھلنے نیا آپ کو وقت سہے قول پر اپنے سچے رات بھر ایک ہی کروٹ پہ بسر کی بنے سخت جانی کا برا ہو کہ ہوئی مانع قتل ضبط اسے کہتے ہیں بدنامی کڈ دے اسے مجھ سے کیا دشمنی اسے باد صبا تہی تجھ کو
---	---

عزیز جناب عزیز صاحب شاگرد جناب مولوی سید

یہ بھی حسرت تھی کوئی جس کو نکلنے نیا جب کیا وعدہ تو پھر وعدہ کو ملنے نیا	بے نقاب آگے مرے آئے اگر تم کیا تھا صادق القول نہ ہو گا کوئی تمسا سچ ہے
---	---

سبب ان تمام غم
تجربہ عن صاحب اشہر

جب ادھکا جائیگا اوس شخص کے گویا ہر چیز
ضعف کجخت نے ہرگز مجھے چلنے ندیا

فضاحت جناب سید عباس حسن صاحب خاں صوفی

<p>تین نے اپنے ہی قبضہ سے نکلنے ندیا نسب کو شہنشاہ نے یہ چیلے دیتے چلے ندیا دلین گت گت کے رہی اسنے نکلنے ندیا کہ سنبھلا لکھے اور کو سنبھلنے ندیا دیکھ گلینے جو بن ڈاڈہ نے ندیا تنگی گورنے پہلو بھی بدلنے ندیا اسی کجخت نے اونکو بھی نکلنے ندیا تجکوا آنے ندیا محب کو نکلنے ندیا آپ بھی گر پڑے تجکو بھی سنبھلنے ندیا</p>	<p>و قدم ناز سے اوس ترک کو چلنے ندیا آتش گل نے تو غارت ہی کیا تانگلزار شکوہ چرخ کرینگے مرے ارمان و چشم حال کچھ بہت سب کو نہ کہلا پیو وارو سر جو کاٹا تو بڑ ہی اور تجلی اے شمع ہم تو سبھی تھے کہ آرام ملیگا پس مرگ گھر میں رہنے کی صلاح ایندے دی ہوگی اے خوشی دائرہ میں اپنے رکھا غم نے مجھے بی کے می اوٹھے تو ڈالے عمری گردن میں</p>
---	--

فاضل جناب میر محمد حسین صاحب شاگرد جناب

حکیم میر بادشاہ علیہ صاحب ضیا لکنوی

<p>میں بتیا بیون کو گھر سے نکلے ندیا باد وقت نے او سے پہونے پلے ندیا وقفہ اناں مجھے پیغام اجل نے ندیا چلکے آپ مگر شمع کو چلنے ندیا حسرت و غم نے مگر اوسکو نکلنے ندیا</p>	<p>اشک حسرت کو کہی آنکھ سے ڈہلے ندیا نخل الفت میں نہ وصل تانے نہ لگے نامہ بر ہی کو دکھا دینا میں دل کی حالت دیکھلو ہونی ہے پروا تو کو الفت کیسی سینہ شوق کے چا اٹھا ترا رمان حال</p>
--	--

تو نے کج بخت کو کیوں دل سے نکلنے ندیا	اوست حسرت سے سر پہ بیگا ابرمان صاں
برج عقرب نے میرے مہ کو نکلنے ندیا	غیر کے گھر سے قدم اوستے نہ رکھا باہر
دو قدم طور پہ موسیٰ کو بھی چلنے ندیا	وٹکے ارمان کو جلا ڈالا دکھا کر جلوہ
حسرت دل تو کجا دم بھی نکلنے ندیا	انہما ظلم و ستم کی جھوٹی تہنہ ظالم
تو نے خنجر جو میرے سلق پہ چلنے ندیا	ویکدہ سفاک کہ بین دید و جوہر بآب

کر بلا جاتا میں کس طرح بہا اسے فاضل
حیدر آباد سے قسمت نے نکلنے ندیا

فایق۔ جناب نواب میر حسین علیخان صاحب
شاگرد حضرت احسن صاحب لکسنوی

اے ما ایک ہی قسمت نے نکلنے ندیا	بڑے کے تدبیر کو تقدیر نے چلنے ندیا
بخت آنا تھا جسے کہ سنبھلنے ندیا	مبتلا سے مرض خشق رہا میں افس
رحم مشوقوں کو خلاق ازل نے ندیا	ہمہ کیا ہے کہ سہی سے بے نی طر حفا
اس مصیبت نے کبھی دل کو بھلنے ندیا	وصل میں بھی شب فرقت کدہا مجھ کو

ویکدہ لین بار کی صورت ہی حسرت فایق
وقت آشنا شب فرقت میں اجل نے ندیا

فریدی۔ جناب قاضی محمد رفیع الدین صاحب علاؤ الدین شیکار بہادر

دل پر درد کو پہلو میں چھلنے ندیا	بیتواری نے شب ہجر سنبھلنے ندیا
شمع مرقہ کو میری آہ نے جلنے ندیا	نہو نام بھی روشن پس مردن بیل
دانا اسبند کا مجھ سے نکلنے ندیا	یا دخال رخ گل رنگ نہ ہوئی میں نے

ریخ داندوہ و غم و حسرت و یاس امان	ہجکوں کیا کیا میرے قسام از لے ندیا
شوکرین کھائے گئے سنگ در جاناں تک	لغزش پاستے محبت نے سنبھلے ندیا

سینے فرماتے ہیں احباب فریدی مجھے
اٹھ کیوں آج ترے شر و غزالے ندیا

قدیر۔ جناب قادر حسین جہاں شاگرد حضرت ادیب دہلوی

قتل ابرو سے کیا ہجکوں سنبھلے ندیا	آسنے ارمان بھی تھپنے کا نکلے ندیا
خضبط گریہ بہ کیا آنکھ سے آفسونہ گرا	چشمہ چشم کیوں ہم نے او بھلے ندیا
جلوہ معشوق کا عاشق نے کہیں کیا ہی	جلوہ نے طور پہ موسیٰ کو بھلے ندیا
دیکھ لایا۔ بالین اونہیں جی بھر کر مین	ہائے قابو مجھے آنتا بھی اہل نے ندیا

یاد آ یا کف افسوس کا ملنا جو قدیر
عطر بھی ہم نے سر زیم آتے ملنے ندیا

جناب قاسم صاحب پسر خان محمد صاحب

اسم اغظکے کا مگر باندہ لیا ہے تو ندیا	کوئی افسون بھی مرایا نہ چلے ندیا
موج و دام میں گیسو کے پھنسا کر او سنے	منہ دلوں سے تازیت نکلے ندیا
شعلہ روئے ریح و شر کو دکھا کر شب وصل	شمع کو تابہ سحر زیم میں جلے ندیا
گہر سے ہم مانہ بیخار گئے مست بنے	اور واعظ کو تو مسجد سے نکلے ندیا
رحم اسے ہر شکر کن عہد فردا کب تک	کوئی کل چین تری روز کی کل لے ندیا

او سکود لاری قاسم کا رہا دہیان بہت
کف افسوس کسب و قشت بھی ملے ندیا

جناب قانون صاحب

ادب عشق اسے کہتے ہیں دمِ خست
لاکھ دل عشق میں ساقی کے سنبھالا لیکن
بسخت جانی نے شہادت ہی سے محروم رکھا
بدگمان اتنا ہوا غیر دیکھے بڑ کا نیسے
خبط نے آنکھ سے آنسو ہی نکلنے نہ دیا
نشہ بادۂ الفت نے سنبھلنے نہ دیا
حلق پر خنجر سفاک کو چلنے نہ دیا
بار نے عطر بھی پوٹیاک میں ملتے نہ دیا

وہ مخفا ہو گئے قانون بڑی چوک ہوئی

شب وصلت اد نہیں کروٹ جو بدلتے نہ دیا

کامل جناب میر حسن علی صاحب شاگرد نواب مرزا خاں صاحب

اتھا ہمیشہ مجھے ڈر اس کے اوڑھ جانیکا
لاکھ شکوے تھے مگر چرب بانی فری
کل سرخسہ مرا تا تہہ ہی تیرا دامن
دیکھ لٹا رخ جان بخش تو او نکاد م نزع
غیر کے نام سے ہم بھیجتے پیغام وصال
عشق میں گویو خدا کے پاسی بائے
خاتہ دل سے کہی او کو نکلنے نہ دیا
ایک بھی لفظ طے نہ سے نکلنے نہ دیا
آج ارمان اگر تو نے نکلنے نہ دیا
اتنا موقع بھی مجھے ہاے اچلنے نہ دیا
ریشک نے ہلکے مگر نام بدلنے نہ دیا
اور کچھ بیچ تری زلف کے بل نے نہ دیا

کیا طبیعت تری حاضر نہ تھی اس دم کامل

لطف کچھ آج ہمیں تری غزل نے نہ دیا

مدعا۔ جناب حکیم محمد فاضل صاحب

میکدہ سے مجھے ساقی نے نکلنے نہ دیا
می سے مدہوش کیا یوں کہ سنبھلنے نہ دیا

کار بد کر کے دلار کھٹا ہے امید ہلی	خمر نیک کبھی ز رشت عمل نے ندیا
وسل کی رات وہ مجھے جوبلیٹ کرے	صبح تک شوق نے کروٹ کر بد لئے ندیا

سچر جناب عنایت حسین جانا گروا شہر صاحب حیدر آبادی

جلوے یار نے موسیٰ کو سنبھلنے ندیا	چشمہ بھی دیدار کا ارمان نکلنے ندیا
عرسے اشکوں سے ہوئی ناخوشمندی	دیدہ ترنہ مجھے آگ میں جلنے ندیا
ماہ میں شوق غنائے بچائی انگلیں	یار کو میں نے زمین پر کبھی پہلنے ندیا
آہنہ دیکھتے ہی ہو گئے وہ ہی بہوش	جلوے حسن نے دیکھو تو سنبھلنے ندیا

کسی صورت نہ کھلا عقدہ مشکل معجز
رنور نقد پر نے میرا کوئی جلنے ندیا

میکش جناب سوریج بہانصاحب گروا جناب علوی

دل کا ارمان کوئی ہمت نے نکلنے ندیا	نخل امید کبھی پھولنے پہلنے ندیا
وہ سلمان ہوں کہ تنظیم تباہ مجھ کو	سر کے بل بھی تو سوئے تکرہ چلنے ندیا
سوز پہاڑ ہرے سارا جگر پونک دیا	قطرہ اشک کبھی آنکھ سے ڈہلے ندیا
معتب ہو دیگا عالم نہ وبالہم میں	تو نے مستی خنکے اگر دور کو چلنے دیا
ہوں وہ مومن جسے نقد جنت ملی	ہوں وہ کافر جسے دوزخ میں بھی چلنے ندیا
تابِ پنجہ سے لہو سوکھ گیا بسمل کا	کہ کلا کاٹ دیا خون نکلنے ندیا
اوسے نگو آنکھیں نکلو ادین مگر جس نے	شوق دیدار سے دلی سے نکلنے ندیا

خشا اور شری میکش کو ہو کیا خاک جنر
مستی مرگ نے پہلو بھی بد لئے ندیا

منظر جناب میر عباس حسین صاحب ملازم دفتر ہوم سکریٹری سرکار

ایک ذرا اور ٹھہرنا تو قباحت کیا تھی شوق کو کیچ کے لیجا تا تھا اوسکی جانب یہ محبت ہی کمان کش کرے شیدائے مرحبا قوت بازو کو ترے اسی قاتل	دم بھی سینہ سے ستمگر نے نکلنے ندیا ضعف نے چار قدم بھی ہمیں چلنے ندیا جان دی تیر مگر دل سے نکلنے ندیا وار پر وار کئے مجھ کو سنبھلنے ندیا
--	--

غم شبیر میں آنسو جو بہاے منظر انہیں اشکوں نے مجھ نار میں چلنے ندیا	
---	--

محشر جناب بگوان پرشاد صاحب شاگرد جناب ہاتف صاحب مولف فروغ اطبا

عشق کا داغ دل زار میں پایا ہم نے کچ کلا ہی سے رہا برک پر خم پنہان باغ عالم میں رہا خشک مرا نخل امید یاد ہے زلف کا مضمون پر نشان مجھ کو	اور سکھ کوئی اس ملک میں چلنے ندیا میان سے تیغ کو کیوں تنے نکلنے ندیا صرصر غم نے اسے پھولنے پہلنے ندیا چہن دم بھر کہیں وحشت کے چلنے ندیا
---	--

ممدونی جناب سید عیسیٰ صاحب شاگرد جناب حکیم عاشق حسین خان صاحب ہاتف

صدہ ہجر میں کچھ کام اجل نے ندیا واہ پر جرہ کے ہوا خلق میں رسوا ہنصو	وصل کے شوق نے دم میرا نکلنے ندیا ساغر بادۂ الفت نے سنبھلنے ندیا
--	--

تیر برسائے مگر تیغ کو چلنے نہ دیا ضعف نے ایک قدم بھی مجھے چلنے نہ دیا اس پری کو کبھی شیشہ سے نکلنے نہ دیا بے ترے دید کے دم اپنا نکلنے نہ دیا دشت سے فیس کو دشت سے نکلنے نہ دیا پتھر کس کس کو تری زلف کے بلنے نہ دیا	جبش ابرو کو نہی کام لیا نظروں سے کوئے جانان میں پہنچنے کی مٹا ہی رہی آرزو ساقی می نوش کی ہی دلمین مدام ترے عاشق ملک الموت کی کب سے شرم نے پردہ محل میں رکھا لیلی کو سیکڑوں دامن میں آئے دل غشا حیرین
--	---

عہد وی شعلہ خون کا ہے عشق و لگو
اگل سے بنے سمندر کو نکلنے نہ دیا

ماہر جناب میرزا علی رضا صاحب طالب علم مدبر
اعزہ شاگرد حضرت عاقل دہلوی

لطف مرنے کا ہمیں باے اجلنے نہ دیا کچھ مزا وصل میں اس رد و بدلنے نہ دیا بعد مر سکی بھی کافور کو ملنے نہ دیا ہجر نے رنگ زمانے کو بدلنے نہ دیا	بیکسی میں بچیں موت آئی نہ کیا انگلو یاں سے اصرار ادھر سے تباہ بار انگلو نازگی زخم جگر کی جو نخی او نگو منظور شام وقت کی سحر ہو کبھی ممکن ہی نہیں
--	---

سبزہ کی طرح جوانی ہی میں پامال کیا
تو نے ماہر کو فلک پہونے پہلنے نہ دیا

مؤظم جناب میر معظم علی صاحب کار محمول کچہری بیرون

لاش کیا تار کفن تنگ کو بھی چلنے نہ دیا دلکے شیشہ میں کیا سب نکلنے نہ دیا	نقص ان ہونے مرے حسن علقے نہ دیا یار نے کیا مرے ارمان کو بلا سمجھا جس
---	---

سست جو شعر شاوہ پلنے غزل سیکھا لوٹنے کا یہ شک اللہ ریوان تک مجھے	سکہ قلاب کو بازائیں چلنے نہ دیا عطر پوشاک میں گل چہرہ نے ملنے نہ دیا
---	---

جناب نجیب صاحب

جوش پر جوش کیا غم نے گمراہ۔ مضبوط رنگینی قاصد جاناں کی نشا دل میں سرکشی عشق پر رشوبت کی لیکن تیغ پر تیغ لگائی ستم ایجادوں نے غیر میں خسر میں ہستی میں عدم میں وار پر وار کیئے تیغ ادا کے اوستے	ساغر دلیم کہیں ہم نے او بلنے نہ دیا وقفہ اک دم کا ہمیں پیک اجلنے نہ دیا زور نہ کہیں اس دیو کا چلنے نہ دیا حیف مجھ نے نہ سرت کو سنبھلنے نہ دیا ساتھ کس زور مرا نیک عملنے نہ دیا کسی پہلو دل مضطر کو سنبھلنے نہ دیا
---	--

جناب نکلر سنی

سبزہ رویوں نے کیا جور سے پا مال نجیب
نخل اسید کہیں پہونے پلنے نہ

نامی۔ جناب محمد محمود علی صاحب عرف خواجہ میان شاگرد

نخل حسرت کو مرے پہونے پلنے نہ دیا میں نے چوٹی کو بھی پاؤں سے کچلنے نہ دیا مرض بھرنے افسوس سنبھلنے نہ دیا وقفہ افسوس کا اتنا بھی اجل نے نہ دیا طفل دل کو کہیں بہولے سے چلنے نہ دیا اک قدم بھی مجھے اس صوفے چلنے نہ دیا	نخلت بدنے کوئی ارمان نکلنے نہ دیا ایں میں جسم کو کیوں تیری ہی انداز فتنار مر گیا عاشق ناشاد خدا رحم کرے لکھے انکھ میں قدم یار یہ رخصت ہوتا جو کما اسے قبول اوں کو کیا آنکھوں سے کوئے جانا کی ہوس میں جو چلا میں گھر
--	--

وفا جناب محمد مویہ الدین صاحب شاگرد مولا ایب دہلوی

یاس نہ درو کی نہ تو بھی مٹا دی فسون	واع دل کو جو مرے پہونے پہا نہ دیا
بستر غم پہ رکھا شب مجھے بیتاب سکون	دل پر درونے پہلو بھی بدلنے نہ دیا
مختب محفل ندان میں ہا ساری بات	دور سا غواسی کنجنت نے چلنے نہ دیا

جب سے اشعار سنے آپکے جربہ وفا	
بزم میں لطف کسی کی بھی غزال نے نہ دیا	

ہا ثقف۔ جناب حکیم عاشق حسین خان صاحب مع لف
کتاب فروع اطبا منظوم تلمیذ جناب صفی مرحوم

حجہ اثر ہے مرے حب کے عمل نے دیا	جنتم مخمور نے افسون کوئی چلنے نہ دیا
غیر توصیف دہن لطف غزل نے دیا	ہم نے اس دام سے عتقا کو نکلنے نہ دیا
فصل گل تلے ہی سینے میں کیا دلوں کو سہر	ہم نے دیوانے کو زندہ اسے نکلنے نہ دیا
میں شہید نگید ناز تو ہوتا ہے جرخ	ایک بار مان تھا او سکو بھی نکلنے نہ دیا
مختب صبر ٹرے بادہ کشوں کا تجھ پہر	دور جام می گل رنگ کا چلنے نہ دیا

نشاہ فکر مضامین کو ہا ثقف ہے بہار	
اس کا جو بن کبھی اللہ نے ڈیلنے نہ دیا	

لیعقوب۔ جناب محمد یعقوب صاحب منشی علاؤ الدار راجہ رانی رانی

دم بھی قاتل نے مرا بے نکلنے نہ دیا	خیر تیز گلے پر میرے چلنے نہ دیا
عجب چہا یا وہ تیرے حسن کا اللہ اللہ	حرف مطلب بھی مرے منہ سے نکلنے نہ دیا
جیف صد حیف کہ مردہ تاجا کا حائل	دل سے ارمان شب وصل نکلنے نہ دیا

تھی عداوت ہی فلک کو یہ مجھی سے یعقوب	
گلشن دہر میں جو پہونے پہلے نہ دیا	

اعراض



اسوقت بیمار سے سامنے مرزا داغ کی وہ چند غزلیں رکھیں ہیں جس کا نام آفتاب
 ہے۔ بریکس نہ نہ نام زنگی کا فور۔ آفتاب میں خدا کی دی ہوئی صفت یہ ہے
 کہ تمام عالم پر اس کی روشنی محیط ہے بخلاف اسکے ان غزلوں کا نام دیوان
 کہ لکھا گیا ہے جس میں ردیف کے خیال سے حروف ہجانہ ارد۔ میری مقروض نگاہ
 یہ چند نسخہ جس کا نام دیوان رکھتا ہے اولت پلٹ کر رہی ہے میں جہان تک
 کو یکساں چلا جاتا ہوں میر دل تجھ سے کہہ رہا ہے کہ کوئی شعر اس قابل نہیں جو
 اعتراض کے (فیور) سے نکل سکے مگر میں اپنے گلدستہ کی گنجائش پر جو غید
 کرتا ہوں تو ہمت پست ہو جاتی ہے اور پھر جب اغلاط اور اقسام غش سے
 آجاتے ہیں تو میں دعا مانگتا ہوں کہ خدا کرے میرے گلدستہ کی وسعت ہفتہ
 بڑھ جائے کہ بتنی مرزا داغ کے دیوان میں غلطیاں ہیں اب میں کچھ انتخاب نہیں کرتا ہوں
 ہمارے سینہ میں بیرون نفس نہیں چلنا چاہئے سنے رو کہ یا کہہ کے بس نہیں چلنا
 دیکھو صریح غلطیاں محاورہ کی ہیں اکثر استادوں کے کلام میں اور اہل زبان
 سے سانس چلنا۔ ناسب نہ نفس چلنا۔ کیا نفس کوئی گریہ کا ٹٹو ہے کہ چمک کر
 روکا تو رک گیا اور تھان پر باندھ دیا میں اسوقت زیادہ محاورہ کی غلطیوں میں
 (ریمارک) کر رہا ہوں جب ہمارے عنایت فرمان داغ صاحب کو بڑا ناز ہے۔
 چوری سے کوئی راستہ کو نظر آجی دیکھئے۔ دروازہ در کا نیم ہے وا اور نیم بند
 (در نیم باز) فارسی کا ایک محاورہ۔ ہے مرزا داغ نے اس کی مٹی خراب کی مگر ضرور
 ہی کہ شاعر بجا رہے مجبور ہو گیا کہونکہ قافیہ حکیم اور کلیم تھا اگر نیم نہ کہتا تو کیا کہتا۔
 جب نیم کا استعمل تھا تو کہتا تھا کہونکہ قافیہ حکیم اور کلیم تھا اگر نیم نہ کہتا تو کیا کہتا۔
 کے لفظ ملا کر ایک پورا جملہ بیا خواہ محاورہ درست ہو یا نہ ہوا وہ سب طریقہ

نعمت

۶

مبشر بابت ماہ شوال ۱۳۳۸ھ جلدا

ہر شاخ گل پر ہے سی نشہ ہزار کا
آیا ہے دہوم دہام سے موہم بھار کا

مرتبہ

نواب محمد عبداللہ خالص صاحب ضیغم لکھنوی ساکن بلدیہ
حیدرآباد شاگرد رشید حضرت ہوشیار علی مدنی
مطبع گلزار دکن میں ماہنامہ محمد امام الدین صاحب کے قلم سے

خلاصہ نوری

یہ کلام نہایت حسین و زیبایاں ہے کہ پہلے شائع ہوتا ہے اور ایک مشاعرہ بھی تیار دیا گیا ہے جو سب سے بہتر ہے۔

ان شعرا کو جو مشاعرہ میں تشریف لاکر غزل پیش کرتے ہیں ان کو یہ کہنا کہ یہ کلام نہایت خوب ہے۔

جو شاعر یا شاعرین اس کلام کی پیشگی خواہش ہے اس کے لئے اس کلام کو سنانا نہایت پسند کیا جائیگا اور اس کے لئے اس کلام کے تدار وانی پر موقوف ہے۔ مشاعرہ میں غزل شائع کے اشعار اور غزل پر اس کی سخت مانت ہے۔ اور غیر طبع غزل پر اس کی اجازت دی جائیگی۔

کیا یہ شعر منتخب ہو گئے زیادہ کے لئے فی شعر اس اجرت کی جائیگی غزل خوش خط و صاف لکھا گیا ہے۔ ورنہ غزل کے ہم ازہ اور ہمین۔ جملہ خط و کتابت اس پر ہے (محمد آباد دکن جلاں کوٹہ)

ہونا چاہئے۔

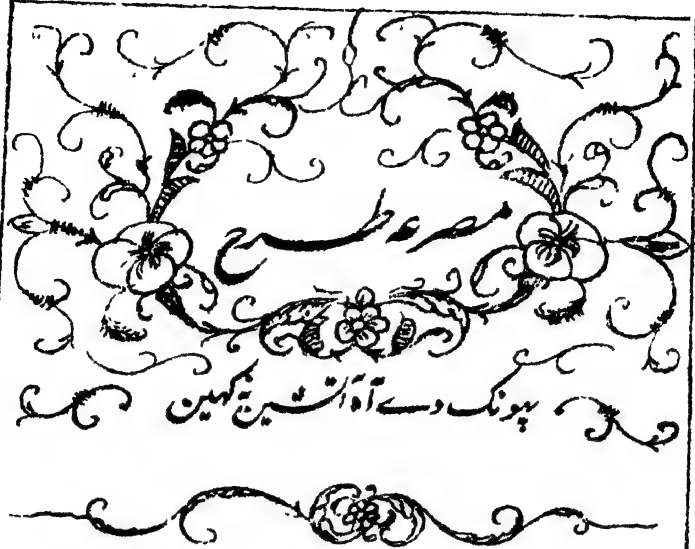
جذبہ عشق

ہمسرا کو بہت دوست ہے کہ ہمہ جہت سے اس کو بہت ستمی زبان اور وہ صلی کلمات میں ایک دلچسپ نظم لکھی ہے۔ لہذا ان عاشق و مہربانوں کو شرم ہو کہ بڑی مدت کے بعد اس خیال کی نظر آئے۔ صلی وطن سے نکل کر تریک شادی کے نام لکھ کر نوب مرزا صاحب جم کے منترواں سے کچھ نہیں ہے۔ زہر عشق اور بہار عشق اور فریب عشق وغیرہ میں جو اردو کا مذاق ہوا ہے انہوں نے بڑی لطافت سے نظم کیا ہے۔ یہ مصنف ایک فنکار ہے کہ تمام جماعت کو دلایا کہ کیا ہے کہ ہر ایک کی تصویر بنا کر اس کے سامنے جاندار بنا کر گنہ گری کر دی ہے خود یاروں کو شرم ہو کہ یہ شادی چھپ کر تیار ہو گئی اور شادی خوشی ہو گئی۔ حب و قرب کی دوکان پر واقع چائینا ریہ قہار جواب مل سکتی ہے قیمت فی جلد (۱۰ روپے)

جواب شافی

اہل اسلام کو شرم تازہ و بشارت ہے اندر وہ کہ ان پیام میں۔ کو لاہر علاقہ مد اس کے ایک ہے

اس کلام کا خلاصہ نوری ہے۔ اس کلام کی پیشگی خواہش ہے اس کے لئے اس کلام کو سنانا نہایت پسند کیا جائیگا اور اس کے لئے اس کلام کے تدار وانی پر موقوف ہے۔ مشاعرہ میں غزل شائع کے اشعار اور غزل پر اس کی سخت مانت ہے۔ اور غیر طبع غزل پر اس کی اجازت دی جائیگی۔ کیا یہ شعر منتخب ہو گئے زیادہ کے لئے فی شعر اس اجرت کی جائیگی غزل خوش خط و صاف لکھا گیا ہے۔ ورنہ غزل کے ہم ازہ اور ہمین۔ جملہ خط و کتابت اس پر ہے (محمد آباد دکن جلاں کوٹہ) ہونا چاہئے۔



س ۳۰۸ بابۃ شوال ۳۰۸ جلد

امیر جناب منشی امیر محمد صاحب لکھنوی شتاد
والی رامپور

<p>خبط کرنا دل حسرتیں کہیں جب نثر پتا ہے دل میں دُنا ہوں سکر اگر وہ شوخ کست ہے حور میں لپٹی ہیں نزع میں مجھ سے وصل کی شب نین نین کہیں دل میں باتیں بھری تھیں کیا کیا کچھ</p>	<p>چوٹ لگ جائیگی کہیں کہیں چرخ پر جا پڑے ز میں نہ کہیں آج بجلی گری کہیں نہ کہیں دیکھ پاتے وہ ناز نین کہیں دیکھو سن لے دل خیرین کہیں ہاں کچھ وقت واپسین کہیں</p>
--	---

دل میں سے اے بولیکے ٹکڑے بن نہ تڑپ اس قدر دل بیتاب میرے پیسے کے دلیں چسبہ جا ہیں مددوان کو قبر میں بھی نہیں	پوچھ لے گا کوئی کہیں نہ کہیں سہم جائے وہ نازنین نہ کہیں گمہ وقت واپس نہ کہیں آسمان ہو نہ زمین نہ کہیں
--	--

آگ ہو جائیگا وہ شوق امیر کھینچنا آہ آتشیں نہ کہیں	
--	--

اشک جنابِ علی حسن حبیب اللہ نوی ساکن حیدر آباد

ہرچ دے زلفِ عنبرین نہ کہیں دوستِ بہرین و فریادوں کے دشتِ نون آئندہ زبان چل رہی ہیں انہوں کی بچکیاں آ رہی ہیں سب سے آج مر کے مٹی نہ راب ہو نہ مری اشکِ نون میں ہمارے لوفانچ وندت نہ رہے جو لوٹ ہے زاہد اپنے کوچہ میں ہی نہ دفن کو جا ہائے کرنا ہو ان اسیلے دن رات بہم جن میں میں دی ہوں کو نہ جا	لکھا ہے وہ کمالِ حزن نہ کہیں چرخ کھانے لگے زمین نہ کہیں چرخ پر جا رہے زمین نہ کہیں نور ہو گا ہر اکسین نہ کہیں سکاند ہے دیجاے نازنین نہ کہیں ٹپکے تر ہونے کے آستین نہ کہیں ملین سمجھا ہو جو عین نہ کہیں کہا ملیگی ہمیں زمین نہ کہیں بول جائے وہ نازنین نہ کہیں یہ بگڑ جائے وہ بہن نہ کہیں
--	---

جیسے جی کے بن سارے جگہ سے اشک مر کے گڑ جائیں گے کہیں نہ کہیں	حسن جناب حکیم مہدی احسن صاحب
---	------------------------------

لکھنوی ساکن حیدر آباد

<p>تجھ کو بھلا دل حشرین نہ کہیں ایک مین ہوں کہ کچھ نہیں کہتا تو بھرے پر بھی کبھی نہ تکبھی سارا قرآن اوس پہ کندہ ہے ہے چسکی و خاک افسانہ تیری باتوں سے چوٹ لگتی ہے دل مضطر کی حالتیں قاصد وہ ہمیں راز وارفٹ ہیں بے حال پر جس کے روتے ہیں دشمن عذرا ہم تھے مورد و بیداد</p>	<p>وکر آہی گیا کہیں نہ کہیں یسٹھ لگی سماہیں نہ کہیں چپ کے پتے پہنچ کہیں نہ کہیں دل سے بہتر ملائگیں نہ کہیں دیکھہ ظالم وہ ہوں ہیں نہ کہیں ٹوٹ جاے دل حشرین نہ کہیں بیوفا بارتے کہیں نہ کہیں جسے باتیں تری کہیں نہ کہیں ہو ہمارا دل حشرین نہ کہیں پھر سنگار یاں چلین نہ کہیں</p>
---	--

لطف مضمون نہیں نہو حسن
خبر معنی توہین کہیں نہ کہیں

جناب برجیس صاحب لکھنوی ساکن حیدر آباد

<p>گر ملے گا وہ مدح جین نہ کہیں تسا گیا ہو گا اب حسین نہ کہیں دست و تخت بے بہت جیش انہی شعری نجات سے ہی خوف توڑتا ہے وہ سنگدل جس کو</p>	<p>چین لے گا دل حشرین نہ کہیں دل لگا لین گے ہم کہیں نہ کہیں چاک ہو جیب و استہج نہ کہیں کہ بنے آسمان زمین نہ کہیں سیرے دل کا وہ ہونگے نہ کہیں</p>
---	--

<p>انہا طوفان اشک ہو جو بیا جگر و دل نین سنبھل سکتے اتنا کیوں سر چڑھانے ہو صاحب پھر چھری تیز کرتا ہے صیاد لب شیریں سے دیتے ہو دمنام دل کو سمجھاتا ہوں یہی کہہ کر نہیں اسید ہکو انہوں سے</p>	<p>منزلوں تک ملے زمین نہ کہیں راز افشا کرین ہمیں نہ کہیں بلکی لے زلف عنبرین نہ کہیں سرخ گلشن کی ہوز میں نہ کہیں تلخ ہو جائے انگبین نہ کہیں دیکھ لین گے اونہیں کہیں نہ کہیں ہاتھ ہوں مارا آستین نہ کہیں</p>
---	--

عشق چہرہ سے صاف ظاہر ہے
 پونچے بر جیس تم کہیں نہ کہیں

اثر بنیاب میر علی حسن صاحب لکھنوی شاگرد
 میر عباس حسن صاحب فصاحت لکھنوی

<p>داغ دے دل پہ وہ حسین نہ کہیں بیڑی منت کی اسیت پہناے چپ مچے کر دے صورت تصویر توست قاتل میں اپنا خون بہا ستاد دل جلون کو اے گردون ہم میں دیکھاتی ہے یہ سیر فلک نون بہت ار سہ خنم کی الفت میں سیر دار خنایکے کر کے چلے</p>	<p>ہو دے پر جرم یہ نگین نہ کہیں جاسکے چہرہ نازنین نہ کہیں آپیکہ چشم نہ کہیں نہ کہیں ملی دو گز ہم سین میں نہ کہیں پوک دے آہ آستین نہ کہیں چشم سیتے ہو گی دو بین نہ کہیں دل اکے ہمراہ جائے دین نہ کہیں سوئے لیکر مکان کہیں نہ کہیں</p>
---	---

لب شیریں نہ جام نے سے ملاؤ	انگلیں ہو سکنجین نہ کہیں
بے سبب یہ نہیں گری بجلی	وہ جھنڈے ہیں ابھی تکیں نہ کہیں

اسے اکثر جنجوسے مضمون میں	
خاک چنوا سے یہ زمین نہ کہیں	

احمد جناب علی الدین احمد صاحب نبیرہ حاجی
محمد ابراہیم صبا دار وند منیر مبارک تلمیذ حضرت ہوشیار پوری

زلف آبت اپنی سلجھاؤ	گر کے ٹوٹے دل حریف کہیں
دوہ فگدتا ہوں رو گلگون کا	باغ ہوشم کی زمین نہ کہیں

امتی آپ کا ہے احمد بھی	
ہونا اوس کو شاہ دین کہیں	

احمد جناب اسحاق احمد خان صاحب وکیل

نقش ہے نام آپ کا دل پر	پھیکد پھیکا یہ نگین نہ کہیں
دل سبب مضر ہے ہی سنیہ میں	چھوڑ جاے مکان نگین نہ کہیں
دوبے زلفوں کے چھین لاکر	دل اوڑا لومرا تھیں نہ کہیں
دیکھو ایسا نہو کہ ہوا نہ ہیر	انگلیں دکھانا سر نگین نہ کہیں

فند احمد حسین سے اٹھتا ہے	
آسمان ہو ہی زمین نہ کہیں	

اخگر جناب مومن علی صاحب ٹیپ جناب نواب

مرزا خان صاحب دماغ و دہلوی

لوٹ جاے دماغ سرخ نہیں نکل آتے دل حسرتیں نہیں آپ کر لیں اور سے یقین نہیں ہونگے آہ آتشیں نہیں تا کہتے ہوں دل حسرتیں نہیں ہاتھ رہ جائے نازنین نہیں	سنگدل مجھ سے کرنے سخت کلام تیر تم تم کے کھینچ سینے سے کیا نہیں کہتے اہل بعض و حسد کیا ہے تیری بساط اے گردون نگلی دیر سے بند ہی ہے اوہر قتل دشمن پرخود اوٹھاؤ نہ تیغ
--	--

کہتے ہیں تیور آئیے احسگر
دل ہے آیا ہوا کٹین نہیں

اشجی مرزا محمد جعفر صاحب منصب دار شاگرد
جناب سید ناصر حسین صاحب منصب دار باجی حیدر آبادی

میرے مرزا کا ہو یقین نہیں آج جاتیں گے وہ کہیں نہیں تم سے مل لیں گے ہم کہیں نہیں دل چننا آپ کا کہیں نہیں	یارب اولکا ہو دل خیر نہیں بے سبب یہ نہیں جو آرائش غیر کی کیا مزاحمت کا خوف بے سبب یہ نہیں بے رنج و الم
--	---

دوستی بوتراب سے رکاو
دے لے اس جمع ہمیں زمین نہیں

جناب امجد صاحب

مخفی اس چرخ ہو کہیں نہ کہیں خوف یہ ہے طالب ہو سے کی	ہو کہے آہ آتشین نہ کہیں ہو خفا عجب سے وہ حسین کہیں
--	---

ہر جگہ ڈھونڈتے اوستہ امجد مل ہی جائیگا وہ کہیں نہ کہیں	
---	--

بیدار جناب محمد علی صاحب شاگرد جناب نواب
خیرات علی خان صاحب سخی

جان لے زلف عنبرین نہ کہیں بجھر کی کیا کرین شکایت ہم آسمان اپنے حق میں بن جائے یون رقم ہونٹا نہ خال سیاہ	پہنچ کھائے دل حشرین کہیں خشم گئیں ہو وہ نازنین کہیں کوچہ یار کی زمین نہ کہیں کو لے موندہ اپنا نکلتے چرخ کہیں
--	---

جاؤ ہر روز نرم میں بیدار ہول جاتین نہیں حسین کہیں	
--	--

بدر جناب میر احمد علی صاحب شاگرد جناب ضیا اللہ

پیکے چشم بت حسین نہ کہیں بولا وہ بت یہہ سنے نالہ دل تیرے کوچہ میں یا گہ گیسو میں نہیں لازم تیرے وصل میں تکرار فصل کرتے ہو بے خطا حجب کو مجد سے فصل میں تو نہ بن انجان	دل بیمار ہو حشرین نہ کہیں پسکتا نافوس ہے کہیں نہ کہیں دل سر گشتہ ہی کہیں نہ کہیں صبح ہو جائے نازنین نہ کہیں روز مختصر ہو نہر مگن نہ کہیں غیر و نہیں ہوں میں نہر مگن نہ کہیں
--	--

کو چہ بت میں میں گرا تو کہا بہنوئے تو دل و جب گمراہ	اور اوس گولی زمین کہیں ہوگا پیکان نہرا کہیں نہ کہیں
--	--

دیکھ اے پتھر اوس کا عشق بچوڑ اب پھر پائیگا حسین نہ کہیں	
--	--

باز دل جناب میر غلام علی صاحب شاگرد جناب

سید محمد سلطان صاحب عاقل دہلوی

واعظا خلد میں کہ دوزخ میں دور کا ذکر تو نہ کرو اعظ ..	بہجد یگا خد کہیں نہ کہیں روٹھ جائے کوئی نہیں کہیں نہ کہیں
دہر میں یوں تو خبر دہر میں بت دین و دنیا سے کہو دیا تم نے	ہوگا نسا مگر حسین نہ کہیں نہ کہیں ہے ٹھکانا میرا میں نہ کہیں نہ کہیں

تسکین جناب محمد عبدالسلام صاحب

آپسا ہوگا کیا حسین نہ کہیں جان بک بک کے کھا گئے ناصع	بہنوئے ہی لین گے ہم کہیں نہ کہیں چار باتیں بھی دل نشین کہیں نہ کہیں
بوسہ دیکھے نہ ترشہ ہو کر ... نشینہ دل میں سخت باتوں سے	سر کہ ہو جائے انگبین نہ کہیں نہ کہیں بال آجائیگا کہیں نہ کہیں نہ کہیں
زلف عارض پہ چھوٹیںسے خوف	ابک ہو جائے کفر و دین نہ کہیں نہ کہیں

نامہ پاک نبی گواہ تسکین بہنوئے وقت واپس نہ کہیں نہ کہیں	
--	--

جلال جناب حکیم سید ضامن علیہ صاحب لکھنوی

<p>نالا کرنا دل سنزین کہیں اوس جفا پیشہ کو وفا کا مری بیٹھے بیٹھے اس اپنے رونے پر کسکی مختصرین ہم کریں فریاد دم جب آدگے تم تو نکلے گا مرے دل سے نکل کے کچھ پھانسی منحصر لطف وصل اسہن ہین جان لے غیر کی بھی میرے بعد ہے چند اپنی خوابشیں اوج ننگہ شوق یاس سے اوسکو</p>	<p>چنگیان لے وہ نازنین کہیں ڈر ہے آجائے کچھ یقین کہیں ہنس پڑے کوئی نمیشین کہیں واو حشر ہو تمہیں نہ کہیں خود ٹہر جائیگا کسی نہ کہیں پھر اس آرام سے رہیں نہ کہیں ہولنا ہاں یہ تم نہیں نہ کہیں کوئی کسکر صد آفرین کہیں ترج میں بھی نہ کننا تین کہیں دیکھنا وقت واپسین کہیں</p>
---	---

اے نکرنا کہ تیری چپ کی جلال
داد بلجائے گی کہیں نہ کہیں

جو زرا جناب محمد رحمتہ اللہ صاحب کاکوری

شاگرد مولانا عرشے

<p>اون کی چالیں کبھی چھپیں کہیں رہزن زلف لے جسے مارا نہ سنو وصل میں غنا نہ ہجر</p>	<p>کوئی فتنہ اوٹا کہیں نہ کہیں ہو ہمارا دل سنزین کہیں جی ہو چچین نازنین نہ کہیں</p>
--	---

قصہ عشق ختم کر جو ترا
ہو کر دے یہ بہیر وین کہیں

حبیب جناب کاظم حسین صاحب کنتوری

<p>دل لگی چاہیے کہیں نہ کہیں کھلے بدنام ہو تہ تیغ کہیں سر کر بن جائے انکببیں نہ کہیں ہوں یہی بار آستین نہ کہیں اور وفادار یان کہیں نہ کہیں تھکو ملجا تیکا کہیں نہ کہیں پھر وہ حیار یان چلین نہ کہیں نثرین انکے عدو ہیں نہ کہیں انہی باہم میان کہیں نہ کہیں</p>	<p>جاکے زاویہ نشین نہ کہیں ایسی باتیں جو میں نہ کہیں نہ کہیں تو ترس رولی لے دو جی بے شکم دوش خور ہسپہر کہ نہیں دوست سرس شکوے نہ تھنے سب کہیں جو دنیا ہمہ کی دوش اس کا چہ بڑا تباہین تھے خشتاق دوسروں کی طرح سے ڈرید رہا ان کو تاک نہ کہیں نہ کہیں</p>
--	---

اک دن علاقہ بڑا ہے ہو حبیب
رہے ہو وقت واپس نہ کہیں

جناب کاظم حسین صاحب کنتوری

<p>دل لگا لیں گے ہم کہیں نہ کہیں تو را پید ہوں حسین نہ کہیں</p>	<p>کے کیا ہیں کہیں کامل ہو گیا ہے</p>
---	---

سب سب سے غراں کہی یہ حبیب
نہ دن از روہ ہنشت یر نہ کہیں

جناب شمس صاحب حیدر آبادی

پاے بت پرچم کی جیسے نہ کہیں زیادہ دہل میں بت ترا جلوه داغ سہینہ ہو صورت انجم پاؤں پہلار ہا ہے جوش جنوں منہ چہانے سے اوست کرتا ہے	جائے ایمان اہل دین رہ کہیں دیکھ لیں گے تجھے کہیں نہ کہیں چرخ بنجائے پہن رہا ہے کہیں چاک ہو جیب واسطہ نہ کہیں دل مرا کو دیا سہر نہ کہیں
--	--

ڈر نہ مہمان عشق میں شمس
قیس میلہ ہو ہنسنے نہ کہیں

سخی جناب نواب میر خیرات علی خان صاحب
تلمیذ جناب منتہی مرحوم شاگرد رشید جناب
آتش مرحوم لکنوی

جو ملی باتیں ہوں دل نشین کہیں مل ہی جائیگا بعد مرگ کفن ... اڑ بنجائے ہوا سے آہو نکلی اس قدر جمعہ ساتیاں اے دل ہو سہ لب ندم فنا کر دے طرح گہرا کے جسم جوڑندے نقص آنے نہ پائے شعر و سخن	کہنا غیر دان کا ہو یقین نہ کہیں و فن ہو جائیگا کہیں نہ کہیں عرش سے جائے زمین نہ کہیں مٹ گئی ہوں خط جبین نہ کہیں زہر بنجائے انگبیر نہ کہیں ہو مکان سے خفا مکین نہ کہیں دیکھ لے چشم عیب بین نہ کہیں
---	---

دل پر تیر ستم نہ پڑ جائے ..	ہو نگہ ان کی خشکین نہ کہیں
ہلکین سینے سے دلین و راجن	بر چہ بیان تیر تحین روکین نہ کہیں
کیا کروں عرض مدعاؤں ..	ہو زبان زد نہیں نہیں نہ کہیں

منتشر ہوں حواس و ہوش اپنے
اے سخی وقت واپس نہ کہیں

سخی جناب سید محمد جعفر حسین خان عرف تنہی میرا
لکھنوی شاگرد جناب آغا حسین میرزا صاحب شق
مغفور لکھنوی

دل چہا کہیں ہم کہیں کہیں	مانگے زلف جنبہ من کہیں
چپ اسی سے متناہور ڈرتا	ہو نگہ سے آہ آتش بن نہ کہیں
چٹکتا ہون ستمنا سینہ	ہوں ترے پورے نشین نہ کہیں
دل میں گمان نہیں تصور یار	چوڑ دے بہر مکان کہیں نہ کہیں
نامہ بر لیون کیا جفا کا گلا ..	ہو گئے ہوں وہ نمر کیس نہ کہیں
فسر و غم کا دل پہ قبضہ ہے	ضبط ہونا ہے بینہ بر نہ کہیں
نقش ہے میرے (اپنے) ایک نام	بٹھو نہ بہت عبرت کو کہیں نہ کہیں
ورنٹ پیوستہ نہ غصہ ہے	لوٹ جائے نہ نہیں نہ کہیں

چہ عجبوت جو دستوں سے ادب بات

دل لکھا یا سخی کہیں نہ کہیں

سردار صاحب شاگرد جناب احسن لکھنوی

ہم اوٹھاے دل حسرتیں نکھیں	ہو فادہ وہ جسے جبین نکھیں
استخوان بہن ہے سب جاننا	و غریب کرنا تہ زمین نہ نکھیں
دل مانتے پہ داغ ہجرندے	و یکہ رٹ جاے بندہ گین نکھیں
لے فلک لہ جلون کو تونہ سرتا	ہو نکدے آہ انشیں نکھیں

و ہونڈ و محشر میں چلے ای سہ دار
مل ہی جائینگے وہ گین نہ نکھیں

عالم جناب ہے اچہ کشین پر شاو بہادر پیشکار سرکار عالم

سنہ سے نکلے چنان چنیں نکھیں	ہو نظر میں جبین نہ نکھیں
تیغ قاتل کی آبرو کو دے	جو ہر چشم سر نہ گین نہ نکھیں
کتنی ہے خلق جس کو ماہ تمام	تیری فائزہ کما ہو نکین نہ نکھیں
جرج بہ بین ذرا سنبھل کے رد	ہو نکدے آہ انشیں نکھیں
بوسہ رخ طلبہ کریں کیونکر	رو بخٹہ جاے وہ نازنین نکھیں
ویر میں کہہ بین کلیسا میں	مل ہی جائے گا وہ گین نہ نکھیں
ٹوٹ جائینگے عاشقوں کے دل	آتے اوسکی جبین پہ چین نکھیں
سنگے اشعار و خست صنم	نیشک ہو شاخ یا سہیں نہ نکھیں
چیتے ہو چوب و کھا کے کیوں حنا	و یکہ لین گے نہیں گین نہ نکھیں

دل جو مانگے وہ شاو دینچے
کیجئے گا چنان چنیں نہ نکھیں

شایق جناب علی مرزا صاحب شاکر و جناب عشق

صاحب مرحوم لکھنوی

آیا چاہے دل حنین نہ کہیں نغمہ میں اوس شمع و کئے ڈرتے مجھے بجلیں ادب پر آنکھ پڑتی ہے دیکھ کر جھکواؤں گے بولے وہ آفت بان ہے اوسکا تیر نظر دور ہوئے دواپہ کو چے میں دل سے ماذ جناب زاپہ ہیں	بان بھی باقی ہے کہیں پونک سے آہ آتشیں کہیں بان سے شمع ہر کہیں نہ کہیں پیشہ جائے میرے قرین نہ کہیں جو نشانہ دل حنین نہ کہیں سر پہ ایجاون کا زمین نہ کہیں عشق میں دین یہ جان دین کہیں
--	---

دل کو پلو میں رکھ نہ اسے شایق
پنکھان ہرود نازنین نہ کہیں

شکار جناب محمد سراج الدین صاحب فرزند جمہدار محمد شکور مرحوم

غیر بن جائے ہم نشین کہیں دل جلاون سے ڈر کر اے گردون ہے اسیر اس قفس میں طائر دل لیکے عاشق کے دل کو کتہ میں یہ گمانی کا اونکی جگہ ہے ڈر ساتھ بعد ان رہیں غم و درد	بگڑے وہ مجھ سے نازنین نہ کہیں پونک سے آہ آتشیں نہ کہیں کھول دوزخ عتبہ میں کہیں بیچ ڈالیں گے ہم کہیں نہ کہیں غیر کی بات ہویشیں نہ کہیں دور ہو جائیں ہم نشین نہ کہیں
--	---

شیم جناب میر فرزند علی صاحب شاکر جناب

حکیم میر بادشاہ خلیصا صاحب ضیا لکھنوی

جس ساد بکھا جوان حسین نہ کہیں آپ ناحق ہوں شہر گین نہ کہیں لائس گلو بائگی کہیں نہ کہیں برق گرتی ہے اب کہیں نہ کہیں اے لحد کو ملی زمین نہ کہیں مذکرہ رہتا ہے کہیں نہ کہیں تغ جلتی ہے اب کہیں نہ کہیں ہنس رہا ہے وہ تب کہیں نہ کہیں میں چھپا ہے ہوئے کہیں نہ کہیں	بستجو کر کے چرخ پیر ہوا ذکر میں ذکر غنیر بھی آیا بیکسی پر نہ اپنی روا سے دل وہ دکھاتے ہیں اپنے رخ کی جگہ لائس درد رہا ہی پھرتی ہے نام زندہ ہے نیک ناموں کا جیش ابرو کو اپنی دستہ ہیں وہ عکس دندان پڑا ہے تاروں پر ہینگے دل خوب ہی سنا کے مجھے
--	---

اے شمیم انا کیوں تڑپتا ہے
ٹل ہی جاتیں گے وہ کہیں نہ کہیں

شوق جناب غلام محمد عرب صاحب حیدر آبادی

دیکھ لیں گے تمہیں کہیں نہ کہیں کیا ملیگی ہمیں زمین نہ کہیں وہ ہونڈو بلجائے گا کہیں نہ کہیں اس غزل کی وہ ہوز میں کہیں	دیر میں یا حرم میں یا دل میں اپنے کو چہ سے لائس پھکوا دی دل جو مانگا تو ہنس کے فرمایا فلک شاعری عیان ہے شوق
---	--

شفیق جناب محمد افضل صاحب شاگرد جناب

نہند حضرت ماضی ہادی

نہند حضرت ماضی ہادی

<p>دولہ پڑتے ہیں روز سنگ جفا جس بخود دل سے شرط ہے ایل یہی دہشت ہونچی نظروں سے اے فلک ایک دن ترا حرم من بخشد نیا میرے گناہ کریم</p>	<p>چور ہو جاے یہ نگین نہ کہیں مل ہی جائیں گے وہ نگین نہ کہیں دل چور الین میرا حسین نہ کہیں ہونک دے آتش نہ کہیں خشم میں ہوں میں شرمگین نہ کہیں</p>
--	---

کبوں نہ دو شفیق رزق کا ہے
دیہی دیگا خدا کہیں نہ کہیں

نہ کہیں

شور جناب میر محبوب علی صاحب شاگرد جناب

<p>دیکھ کر مجھ کو ہوں حسرت نہ کہیں لب شیریں کے اونکی شہرت ہے اکھ جان سے خدا ہے اک عالم وعدہ وصل کر کے کتنے ہیں</p>	<p>آئیں وہ وقت واپس نہ کہیں ہوی بی وقر انگین نہ کہیں نسا ہو گا کوئی حسین نہ کہیں جاننا اس کو تم بھتیں نہ کہیں</p>
--	---

الفتم رضی نہ چوڑ و شور
ہاتھ سے جانے پائے دین نہ کہیں

صوفی جناب سید خدا بخش صاحب سجادہ پنجگلورہ

<p>کھاے بل زلف عنبرین نہ کہیں وہ رہیں دل میں بے حجابانہ</p>	<p>ہو پریشان دل حسرت نہ کہیں جائے گھر چوڑ کر مکین نہ کہیں</p>
---	---

وصل کی شب وہ کتنے ہیں صوفی
مجھ سے کرنا ہما ہمیں نہ کہیں

صادق - جناب سید صادق علی صاحب شاگرد شایق صاحب لکھنوی

دل چرا کر مرادہ کہنے ہیں
بہول اسے ہو تم کہیں نہ کہیں
بھجر میں آؤ آتشیں نہ کہیں

کم کہے شمر اس لیے صادق
کہ ہو پا مال یہ زمین نہ کہیں

ضیفہ خاکسار محمد عبداللہ خان متو مشاعرہ و
مالک گاہ ستہ شاگرد رشید حضرت ہوش

دہیان زلفون کا چوڑو پایا دل
خدا کہتا ہے جسکو تو زرا بہ
ہوں وہ پہنچت بعد مر دن ہی
تم گیز جائے گے تو کیا ہو گا
جاسدینوں میں تو نہ اسے دل زار
کہ دن سبے اٹانور خیر تو ہے
سیر گلشن کو باہن میں کیونکر
اوٹھے کے ایوان نجا تو پہلے سے
خال رخ ملی نہ تھا اسے دل
دل نہ چتا نہیں مر سبب وہ
انچکیان بے سبب نہیں آیتیں

کہنے مارا ستین نہ کہیں
اوسکے کو پہ کی بدین کہیں
ہاے دو گز ملی زمین نہ کہیں
دل لگا لیں گے ہم کہیں نہ کہیں
دیکھ پنس جا بجا کہیں نہ کہیں
تمسا دکھ گایا حسین نہ کہیں
رگت لاسے دل حشر نہ کہیں
جان دیدہ دل مسزین نہ کہیں
وہ گزرتا ہے نہ کہیں نہ کہیں
ہوئے ہیں یہ کہیں نہ کہیں
نہ کہیں نہ کہیں نہ کہیں

شایق

عزیز جناب خواجہ عبدالعزیز صاحب تلمیذ حضرت
میر کاظم علی خان شعلہ مرحوم

کو چہ زلف مین نہ جا اے دل نظر آتی ہے خوش نصیبی سے نقش پابن کے اوسکے کو چہ مین	دیکھ پینس جا نیگا کمین نہ کمین اچھی صورت مین کمین نہ کمین بیٹہ جائین گے ہم کمین نہ کمین
---	---

عزیز جناب محمد عبدالعزیز صاحب شاگرد شہر صاحب

زخم کھانا دل حسرت نہ کمین ضبط کرتا تو مہن مگر دل کو دل مرا بھیر کر وہ کہنے ہین	چور رہ جا نیگا کمین نہ کمین ہونک دے آہ آتشین کمین ہمسا ہوگا کوئی امین نہ کمین
--	---

ہچکیان آر ہی ہین مجھ کو عزیز
یاد کرتا ہو وہ حسین نہ کمین

غریق جناب محمد عبدالرحیم صاحب شاگرد جناب

جان لے الفت حسین نہ کمین فصل گل آئی ہے جو تک مین نہ کمین ظلم چھانین ہے اے گردون	آفت آئے دل حسرت نہ کمین ٹکڑے اوڑ جائے آستین نہ کمین ہونک دے آہ آتشین نہ کمین
---	--

یا محمد گناہ سے یہ غریق
ہو دے خوشتر مین نہ کمین نہ کمین

فیض جناب محمد عابد صاحب لکھنوی

اپنے سر بہت چڑھایا ہے میری اور غم کی محبت کو کوئی پا مال ناز آج ہوا نہیں کا ہے خمار آنکھوں میں کیوں نہ اشکوں سے تر کھن دہن	بل کی لے زلف عنبرین نکمیں آزمائے کسین نکمیں ہو ہمارا دل حسرتیں نکمیں شب کو جاگے ہو تم کسین نکمیں ہونک مے آہ اتشیں نکمیں
--	---

ہم پرستان تک لے اے فیض
اد نسایا مگر حسین نہ کمیں

فاضل جناب میر محمد حسین صاحب شاگرد جناب
حکیم میر بادشاہ علیہ صاحب لکھنوی

کیا ملیگا کوئی حسین نہ کمیں جستجو کر چکا زمانے میں وصل میں اس خیال سے چپ ہوں جان لیے حضور عاشق کی خود بھی ہوگی مجھی سے آیتہ میں خانہ دل مرا جلانے کی بڑھ گئی صے اپنی آتش بھر	دل لگا لیں گے ہم کسین نکمیں پایا تجسا مگر حسین نہ کمیں روٹھ جائے وہ ناز میں نہ کمیں آپ کی یہ نہیں نہیں نہ کمیں دیکھنا چشم تر کسین نہ کمیں پائے گا سنا کسین نکمیں خاک ہو جائیں اب ہمیں نہ کمیں
--	---

اپنے فاضل کو کیوں سنا تے ہو
جان دیے وہ دل حسرتیں نکمیں

فریدی جناب قاضی محمد رفیع الدین صاحب

آپ سا ہوگا ناز نہیں کمین نیچی نیچی ننگہ سے ظاہر ہے میری بگڑشگی سے بعد خنا اس سے آئے عیادت کو بے نقاب اس لیے نہیں ہو تا	مجھ سا بھی ہوگا دل خیزین کمین چھپ کے جاتا ہے وہ کمین کمین رہے گردش میں یہ زمین کمین کوئی مر جائے دل خیزین کمین فتنہ خشر ہو یہیں نہ کمین
--	---

میرزا حسن علی شاہ گنجی

اے فریدی اوڑا اے بول کیجیے گا چنن چنن نہ کمین	
--	--

فائق جناب نواب میر حسین علی خان شاگرد جناب

نچ بے لگے کہیں نہ کمین م سے لاغری بھی کم بین دنیا میں کرین ان کر ہی ہے بخش جبر	ہم سا پیدا موا حسنہ زمین کمین تسا ہوگا جو ناز نہیں نہ کمین چونک دوئے آتش زمین کمین
--	--

کو چہ یار جسمیں ہے فائق ہو وہ جنت کی سہ زمین کمین	
--	--

قدیر جناب قادر حسین صاحب شاگرد مولانا اویس

دیر و کعبہ پہ کچھ نہیں موقوف نہ کہ ہر سے نہ کیوں سنبھل تر سے تھے تھے ہم ملیک کا صبر نہ نورانی کی گرہ میں اسے	مل بنا اکو از لطف نہ دارا کی بی جہ تین تین کمین گر پڑے بہ دل خیزین کمین
---	--

اوس ہست کیا این قدیر و عذرا دوست ہے کہ پیشہ و نہ کمین	
--	--

قاسم جناب قاسم شریف صاحب پر جان محمد صاحب شاگرد جناب تاف صبا

تیرا کوچہ ہو یا ستری چوکٹ	جان دہدینگے ہم کہیں نہ کہیں
جلوہ انسر و زمین رسول اللہ	ہوگی شرب سی بھی زمین کہیں
آسمان کی طرح سے چکڑے	تیرے کوچہ کی سر زمین کہیں
دامن گل نہ خراب زمین اُلجھے	غیر ہو یا ر کے سر زمین کہیں
پانہی حشر میں گناہوں سے	پائے ذلت یہ کس سر زمین کہیں
ابر میں منہ چھپا رہا ہے چاند	بام پر وہ مہ جب سین نہ کہیں

قاسم دل حشر میں کو حشر کے روز
ہو لیتا آپ شاہ دین نہ کہیں

قصہ

قانون جناب مرزا فتح اللہ بیگ منشی خزانہ

بے نیازی نیاز مندوں سے	ہوگا تمسا بھی ناز نین نہ کہیں
مشکین دیوانہ محبت کی	باندہ لے زلف عنبر پر نہ کہیں
زلف و رخسار تیرے ایجانان	ایک کر دیوین کفر و دین نہ کہیں

کہتے جاتے ہو حال دل قانون
سکے اوٹے وہ آستین کہیں

جناب معجز صاحب

ذکر ہوتا ہے اون کی ابرو کا	تیغ چل جائیگی کسین نہ کہیں
----------------------------	----------------------------

بین دو بیکس ہوں فلک پر گرا	دفن کو بھی ملی زمین نہ کہیں
گمات دشمن کی بل گئی مجھ پر	نکلے محفل سے اب نہیں نہ کہیں
ماہر جناب میزرا علیہ رضا صاحب تلمیذ حضرت	
اے فلک سوز دل ہے ڈر میرے	ہو تک دے آہ آتشیں نہ کہیں
کوچہ یار میں چلو دیکھیں	دل بیتاب ہو وہیں نہ کہیں
نہیں پروا جو دل سلامت ہے	تسا مل جائیگا کہیں نہ کہیں
وصل کی شب گلہ نگر ماہر	بار ہو جائے خوشگین نہ کہیں
مجاہد جناب مجاہد الدین صاحب	
بعد مردن بھی بچت راری دل	رہنے دیگی تہ زمین نہ کہیں
خنجر ناز کی عوض دل میں	تیر خراگان ہو جائیں نہ کہیں
مہدوی جناب سید عیسیٰ صاحب شاگرد جناب	
بھر ساقی میں دل بلائے مرا	ساغر آب آتشیں نہ کہیں
آج بھی کل کی طرح ٹل جاسے	وصل کا قول مہ جبین نہ کہیں
مہدوی کو بیان روز جزا	ہول بانا امام دین نہ کہیں
جناب مدعا صاحب	

دیکھ کر ڈورا اون کی گردن کا ولہ کندہ ہے نام احمد کا	پہنے زنا راہل دین نہ کہیں ڈور ہے منجائے یہ نگین نہ کہیں
مگر عا کچھ کہیں تو یہ گور ہے کہہ اوٹھے وہ نہیں نہیں کہیں	

جناب منشی صاحب

تم چلو رہے رو ان ملک عدم چوڑ دے ظلم اے فلک تجھے	ہم بھی ملجائیگے کہیں نہ کہیں ہو نیک دے آہ آتشیں نہ کہیں ہو ترے کوچہ کی زمین نہ کہیں
اک سوا کوئے یار کے منشی نشاد ہو گا دل حنین نہ کہیں	

جناب منور صاحب

کر کے افزار نازنین نہ کہیں بولے منہ سے نہیں نہیں نہ کہیں	
---	--

جناب نجیب صاحب

شوق دیدار کھینچ لایا ہے راں چکی جوئے پہ زباہر کی ہمسری کر کے اوسکی گیسو کی یاد آتے ہے وہ نہ کا مل چھیڑنے ذکر وصل ڈر یہ ہے	کھینچے مجھ پر وہ تیغ کین نہ کہیں اسکو سمجھا ہوا نگین نہ کہیں ہو خطا وار مشک چین نہ کہیں ہو یہی رات چود ہو پر نہ کہیں کہہ اوٹھے منہ سے وہ نہیں نہ کہیں
---	---

جسکو کہتا ہے آسمان عالم	کو بے جانان کی ہوز زمین نکمیں
تہ و بالا ہے آسمان دزمین	اوسنے اولیٰ ہواستین نکمیں

ختم کرد آستان عشق بحسب
تنگ ہوں سنکے سامعین نکمیں

نامی جناب محمد محمد علی صاحب شاگرد جناب فکر

پا ہے منبٹا گریہ عاشق کو	نر ہوا شکون سے آستین نکمیں
توڑ کر چرخ جاے عشق تلک	تیرا وہ دل حزمین نکمیں
بزم میں منجھ سے یہ ہوا ارشاد	کوئی بیٹھے مرے قرین نکمیں
مثل امید پھر پٹ جاے	آگے گھر تک وہ نازنین نکمیں
اوڑے گئے دولون میری آہوں	نکمیں ہی فلک زمین نکمیں
سحر میں مبتلا کرے مجھ کو	نہری یہ چشم سہل نکمیں
دیکھ اوچرخ کجمدار سہل	ہونک دے آہ آتشین نکمیں

خوب نگینے شعراے نامی
طرح ایسی ہوئی زمین نکمیں

جناب ناظم صاحب

لیچلا ہے کدہر دل نادان	پھر ہنسنا تا ہے تو کمین نکمیں
ہے دم نزع اور وہ کم سن	دل دہل جاے ہنشین نکمیں
سر پہ آفت جلائے لائے تھے	لیچلا ہو یہ دل و بین نکمیں
جسکو ہم دہونڈ آئے عالم میں	ہم نشین ہو وہ دل نشین نکمیں

	کیون ہوا سدرجہ منتشر ناظم یار مل جائے گا کہیں نہ کہیں
وفا جناب	مویہ الدین صاحب شاگرد حضرت
ہم سامعین کہیں نپاؤ گے غیر سے راز وصل کی باتیں	تم سے ملجائیں گے کہیں نہ کہیں تم سے آنکھوں میں کیوں کہیں نہ کہیں
	بچنے رہنا وفا بلا ہے یہ چائے لے زلف غنیمت کہیں
واقف جناب	سید مرتضیٰ صاحب شاگرد جناب
لاکھ پردے میں تم چھپو کہیں کردے اظہار راز بیستابی	دیکھ ہی لین گے ہم کہیں نہ کہیں وصل میں یہ دل خیز نہ کہیں
	وصل کا وعدہ ہو چکا و اوصاف خوف ہے وہ کہیں نہیں کہیں
ہجر جناب	آغا حسین مرزا صاحب لکھنوی سبا کن حیدر آباد تلمیذ تدبیر الدولہ مدبر الملک منشی سید مظفر علی خان بہادر اسیر مرحوم
دہر فانی میں ہو کہیں نہ کہیں و یکمہ او چشم دور میں نہ کہیں	مے پے قبر بھی زمین نہ کہیں نظر آئے گا وہ حسین نہ کہیں

دم میں آیا نہ خوب رو کوئی مجھ پر نشان کو دفن کرتے ہو میرے ہاتھوں سنو کے وہ زلفیں	آج چاکین مہری طہین نہ کہیں فک اوڑاٹے لگے زمین کہیں ہوں مجھے مار آستین نہ کہیں
--	---

دل کو دھونڈو تو نرم بار میں ہجر
جاکے دیکھو تو ہو وہیں نہ کہیں

یعقوب جناب محمد یعقوب صاحب

چہر کر صل میں وہ کہتا ہے غش گیسو او بھارتا ہے مجھے	جھسا پاؤ گے تم حسین کہیں بھر چھٹیکایہ دل کہیں نہ کہیں
---	--

سنکے اشعار تیرے اے یعقوب
وجد میں آئیں سامعین نہ کہیں

غیظ طرح و نر مالشی

جناب حکیم مددی حسن صاحب احسن

خوش مزہ ہے لذت از ہر بلا کہیں بہر غسل اور اجودہ لیلیٰ شامل آئیں شکل مستقی ٹپری ہی جان شامل آئیں ہیں طبیان موہین جو شکل نہ کہیں کما تاشہ ہو لگی ہوا سن دریا میں آگ گشتی می اب بلی ساقی ہی تعبیر ہے	روز پیتا ہوں بجا کرتیج قائل آئیں گرد بھر کر بن گیا گرداب محل آئیں ڈوب ڈوب کر سرم سے شمع قائل آئیں کاخچر گر گئی کسکی انا مل آئیں انکٹ فی میں دم گریہ جو شامل آئیں خواب بکھا تھا کہ دوبنی تیری غفل آئیں
--	--

خون بہا ہی کو لیکن کا ہو کے شامل ہیں
 چشمہ آب بقاشا یہ ہے قاتل نہیں
 آبرو کا تیسے جو قطرہ ہو شامل نہیں
 شرم سے ڈو با ہوا ہی ماہ کامل نہیں
 کر گئی کشاید کمی شمشیر قاتل نہیں
 کیا نہیں رکھتا ہی حصہ اپنا ساحل نہیں
 بی گیا میں گھوگر زہر ہلا ہل نہیں
 آب خنجر خونخیز ہی خون بسل نہیں
 گوہر خوش آب میں دان تو ملی قاتل نہیں
 چوڑ دیتے ہیں نشا و بھی کہیں نہیں
 بوے گل پہلی رہی دو چار منزل نہیں
 بین بجای خاک اوس بستے انا مل نہیں
 تیرنا پھر تا ہو جیسے ساغر گل نہیں
 لیچلے طوقان اشک قیس محل نہیں
 کیا نہاتا ہی کوئی زہرہ شامل نہیں
 لطف بڑبٹا ہی جوی ہوتی ہی شامل نہیں
 پھر سبھی یو نا یوں اپنی محفل نہیں
 قید ہی کوئی گرفتار سلاسل نہیں
 عکس محفل سے نبی اک اور محفل نہیں
 آگ لگ جائے کہ تم رکھو مراد نہیں
 کون کتا ہی کہ ہو شکیل شکل نہیں

خونہلے کشتہ الفت کی خسر و فکر کر
 قتل ہو کر زندہ جاوید عاشق ہو گئی
 گوہر نایاب اوسکو تو بنادے ای کر
 سیر دریا چاندنی میں کر رہا ہو قمر
 ہر وہاں زخم بسمل کہ رہا ہی آب آب
 ہی گلے تک آب خنجر اور بسل تیشہ لب
 ختم کئے عشق جو دیکھا اوسنے ختم قمر سے
 ہا کی کشوق شہاوت کے لہو پانی کیا
 لعل شرمندہ ہی تیرے لعل کے ساتھ
 پاراوترے گھاٹ خنجر کا لگا کر چار ہاتھ
 کہیں لب دریا جو اوس غنچہ دہن کلپان
 جوش گریہ ہی پس مردن کہ وقت فنا
 آسمان ہی اسطرح طوفان آب اشک میں
 سیر دریا کا اگر صحران ہو لیکی کو شوق
 ہو گیا ہی صورت انجم منور ہر حجاب
 یاد ساقی میں بیکار اشک چمکانی ہر جام
 ہر حجاب بھر ہی صنعت میں شک کام جم
 جوش دریا میں صدائے نالہ رنجیر ہے
 کیا لب جو ہو گیا دو ماتری محفل کا لطف
 اسقدر اسمیں بھری ہی سوزنیں دامن فرق
 دیدہ پر تم میں احسن نقش ہے شکل ختم

قانع جناب سید عبدالقادر صاحب کھیل عدالت سرکار عالی

اب تک نہ گئی بات جو کچھ دل میں ہے شر کی
 تم نے جو نظر کی بھی تو دزد یہ نظر کی
 نظر دن میں سما یا تیرا نقش قدم ایسا
 آنکھوں میں رہی خاک تیری راگنہ ر کی
 یوں سوز تپ ہجر کے شعلے نہ بجھینگے
 منت نمدون گا میں اگر دیدہ تر کی
 مرہم نے جراثیم چ کیا کام نمک کا
 اب اور ہی حالت ہے میرے زخم جگر کی
 جو بات نمودل سے کرے دلہ اثر کیا
 تم نے عوض جو رعنائیت بھی اگر کی
 ہے بھر میں بھی پیش نظر وصل کا عالم
 اے مرغ تھر تاب نہیں بانگ سحر کی
 بسل کے تڑپنے کا میں انداز دمک اون
 برش جس مجھے تو اپنی دکھائی نظر کی
 زندہ نہ کرو تم تو مجھے کون جلاے
 ادا و بکرتا ہے آپس میں بشر کی
 وہ دست خانہ ہون سے مرے ایک کاش
 جان باز ہون قانع مجھے پروا نہیں سیر کی

نواب مرزا خان داغ

انکی والدہ کا نام جھوٹی بیگم ہے وہ محمد یوسف سادہ کار کشمیری کی دختر نیک اختر تھیں جنکا نام انظر من حسن ہوا اور حالات مشہور و معروف نہ۔ مرزا داغ کا قول ہے کہ میں نواب حسن علی خان ریس دہلی کا خلف الصالح ہوں والدہ اعلم تحقیق یہ ہے کہ بیگم جھوٹی اور انور بنانہ تو نہایت ہی حسین و خوش وضع تھیں مگر قیاس ہے کہ یہ ادوں کے فرزند ایسے نبیوں پیدا ہوئے۔ نقل مشہور ہے (بابت پوت پر اپت گواہی بابت نہیں تہ تہیہ آویزا کرے۔) بچہ کو نواب زادہ سمجھتے ہیں۔ ان کے خاندانی حالات مفصل کہنا خلافت تہہ پیچے لہذا تم اندازہ کر کے اور اور حالات عرض کرتا ہوں۔ یہ ایک مدت دماز تک نواب صاحبہ متوفی۔ رئیس رامپور کی سرکار میں داروغہ اعلیٰ عہدہ پر رہے اور پچاس روپیہ ماہوار پاتے تھے شاید کچھ اور بالائی آمدنی ہو۔ فلک ناہنجا رکھوں کچھ اعلیٰ عہدہ میں بھی رہنا ناگوار ہو یعنی بعد انتقال نواب صاحب مرحوم کے انکا قطع تعلق ہو گیا۔ مجبوراً رامپور چھوڑنا پڑا۔ دہلی کی سکونت اختیار کی۔ لوگوں نے ان کے کان بھر دیئے اور اس بات کا یقین دلایا کہ حیدر آباد میں دہلی اور اعلیٰ سبکی ملاقات کے بہانہ شائق ہیں بلکہ آپ ہی کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ لیجئے اب نوعوش اعلیٰ پر داغ ہو گیا تب حال حیدر آباد پہنچے۔ سب کو بذریعہ تار کے اپنے اینٹکی خبر دی لطف یہ ہے کہ حضرت بنگالہ مالی کو بھی تار دیا کہ میں حاضر ہوتا ہوں۔

چند خوش۔ حسن اتفاق سے مولانا سیف الحق آدب جنہوں نے انکی پیشوائی کیلئے اپنے عزیز احباب کو تکلیف دی تھی وہ احباب اسٹیشن پر دیر کر کے پہنچے ریل چاکی تھی۔ داغ صاحب نے اتر کے جو دیکھا کیونچا یا بابت ہی جملہ سے اور دل ہی دل میں طیش کھانے لگے۔ اسے حکم خد صاحب بھی یہی سے آئے تھے اور انہوں نے لمبی پر ہٹا لیا اور اپنے مکان پر لیگئے۔ یہ سب صاحب وہاں پہنچے دیکھا داغ صاحب کی تیوری چڑھی ہے مولانا ادیب سے چین چین ہو کر گفتگو کی وہ ٹوٹے لالین اور سنجیدہ آدمی ہیں فوراً

اس گلدستہ کی استعانت موقوف کی اور لفظ سررہیٹی جو بانیٹیل پر لکھا جاتا تھا
 اودھ لایا ہوتا یہ یہ سمجھتے ہوں کہ اگر صاحب کی استعانت ہوگی تو یہ گلدستہ ہند
 ہو جائیگا۔ سبحان کیا کیا خیالات ہیں۔ اگر سید ہے منسلو سے جو پہلے آئے
 تو اعتراض کیوں ہوتے بنا۔ مخاصمت ہی نہ اودھ جاتی۔ مگر یہ کیوں کرتے
 کسر نشان ہوتی۔ داغ صاحب کے اگر کل حالات لکھے جائیں تو ایک دفتر
 ہوائی گنجائش ہمارے گلدستہ میں کمان وہ تو ہم نے ناظرین گلدستہ
 ہذا سے وعدہ کیا تھا بیوجہ کچھ مال لکھ دیا۔ ان کا پہلا دیوان فی الجملہ شیکہ
 مثنوی اور دوسرا دیوان تو بالکل گرا ہوا ہے۔ اور لاکھوں غلطیوں سے
 ملبوس ہے۔ گلزار داغ کی نسبت تو گون کے طرح کے خیالات ہیں جبکہ ہم
 نہیں لکھ سکتے مگر خیال کرتے ہیں تو ہم کو خود فلجان پیدا ہوتا ہے۔ اور
 واقع میں اگر ان کا پہلا دیوان اور دوسرا دیوان بکھر انصاف کی نظر سے
 دیکھا جائے تو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ انکا کلام عام پسند
 ہونیکی یہ وجہ ہے کہ معاملہ بندی اور صاف بندش پر بہت نظر رکھتے ہیں
 مگر اوس میں بھی باج غوطہ کھاتے ہیں۔ بعض ایسے محاورہ انکے کلام میں ہیں
 کہ نہ وہ دہلی کے ہیں اور نہ لکھنؤ کے انتخاب میں ملاحظہ ہو۔ جب کہیں مضمون
 کی طرف توجہ کرتے ہیں تو رہجالتے ہیں اور کچھ عجب بیہنگا شعر نکلتا ہے
 جسکے معنی سمجھنا بھی دشوار ہوتا ہے بلکہ وہ خود ہی بے معنی ہوتا ہے۔ ہر چند
 انکے کلام پر لاکھوں اعتراض ہوئے مگر ایک کا بھی جواب نہ دیا۔ گویا تسلیم کر لیا
 لکھنؤ کے اخبار آزاد نے وہ وہ اعتراض کیے کہ گہرا اوسٹے۔ انکی ایک اور بھی
 حادث ہے غیر مطبوع کلام پر اگر کہیں اعتراض کیا انہوں نے چپے اوسکو دیوان
 میں شامل یا چنانچہ اخبار آزاد کے اعتراضوں کی نسبت ایک اپنے مہربان کو جب کا ذکر

ہمارے پر کر چکے ہیں ہاں اشباہ سن کر کچھ کے رفیقین تحریر فرماتے ہیں (جو اعتراض اخبار آواز سے
 کیے میں سنے وہ نصیبی نکالنا ثانی قسم پاک ہو گیا وہ نصیب جس میں چنگڑا ہو کہ ہوں۔ کہوں
 اگر میں اذن اعتراضوں کو قبول کر کے لکھ بھیجوں تو کیا حرج ہے بلکہ یہی ارادہ ہے کہ
 ابجز قبول کر لینے کے اور آپ کر ہی کیا سکتے ہیں۔ کلام ہی قابل اعتراض ہے لیکن ملاحظہ کیجئے
 لذت سیر در چشم تما لیلی بہ ایک بار اور بھی دنیا بھی پٹا لیلی۔ اگر داغ صاحب کبھی محاورات
 اور شبہات کے وسیع میدان میں قدم نہ رکھتے ہیں تو ایسے شاعر کہ جس کی فارسی اضافتیں
 مصرع کو بھڑا اور بے معنی کر دیتی ہیں جیسا کہ مصرعہ اول سے دل کا سرمایہ وہ دزدیدہ نظر
 لیا لیلی بہ اور تما لیلی پڑے گا اوسے جتنا لیلی۔ اس کے معنی میں اس فقرے کے شعر کا مال نہیں ملتا
 ہوتا ہے کہ دزدیدہ نظر سرمایہ دل کا سرمایہ کس چیز سے کرے گی اور کیوں اوس کو دنیا پڑے گا
 ہر شعر کا کچھ ربط و ضبط اور نتیجہ اس کا گول گول ہوتا ہے جس پر اعتراض کیواسطے بلکہ لفظ بھی نہیں
 ملتا جو نقص شعر کے ہم آئندہ سے دیکھ رہے ہیں یاد اور صاحبان مذاق دیکھتے ہیں اوس کا اتہا دل بہ
 ضرب ہو جاتا ہے اور یہی بات ہے کہ مقولہ کیفی کا بیان مشکل ہے ۱۱ شکوہ دہر نہ جیاد فلک
 کی فریاد نہ خشر میں خلق خدا نام نہارا لیلی۔ اس کے مصرعہ اول میں خبر حذف ہو اور ایسے موقع پر غلاف
 فصاحت ہی کا شایہ ہوتا ہے ۱۲ گدہ ہر کرگی نہ فلک کی فریاد ۱۳ اور شکوہ دہر کے مقام پر گدہ ہر
 فریاد ہر لوطہ ہے کیونکہ شکوہ کی لفظ ذوی العقول کیواسطے زیادہ مناسب ہے ۱۴ پردہ در ہو کی محبت
 میر خیر تھی کسکو بدمانہ میں دامن یوسف کو زنجار لیلی۔ یہاں نور دلیف کو شعر سے کوئی نسبت بھی
 نہیں بلکہ جو شاعر کا مطلب ہو وہ موندن بھی نہ ہو سکا ۱۵ ایک مدت سے ہے بر باد ہماری مٹی نہ
 دیکھتے کب ترسے دامن کا سمارا لیلی۔ (مٹی) کی جگہ خاک یا غبار کا لفظ فصیح ہے اور زیادہ
 شاعرانہ بھی لکھا ہے کہ ہماری خاک بر باد ہے۔ افسوس یہ نازک باتیں ابھی داغ صاحب کی سمجھ میں
 خاک نہ آجی کہ مٹی خاک میں کس قدر فرق ہے ۱۶ شب کو دیکھے گا جو بہ داغ دل و چاک میگرنہ خود
 کا بکشان و اتو نہیں نکال لیلی۔ یہ کیا خوب آپ فارسی کی اصطلاح کی بھی مٹی خراب کرتے ہیں۔
 (خس دروندان گرفتار) اور دکاہ دروندان گرفتار) یہ اصطلاح ایسے مقام پر صرف ہونا چاہیے
 جب کوئی شخص مطلوب ہو اور عاجز کرے نہ کہ خوف کی جگہ۔ آپ کو خول میں اس کے نظم کرنا بھی کیا ضرورت
 شاعر تھی اور اگر ایسے ہی دل چاہتا تو کسی لذت میں پہلے دیکھ لیا ہوتا ۱۷ خیر ہے خواب شب
 صلی میں اسے آہ رسا نہ کام جی بنگا سوتے کہ اگر بالیلی۔ محض مصلحت سے کہ جس میں نہ

کا لطف اور نہ محاورہ کا فخر اور خیر اکثر غائب ہوتی ہے وہی انفرادی بیان بھی ہو گیا کہ وہ سب اس کا
 ہو گیا کہ اسے کھا گنوٹ دے یا کچھ نہ دے۔ پوچھا دے سے درد و غم و شوق و الم معلوم کیا گیا کچھ نہ اور کیا کیا
 نہ مری خواہش بجا لگی۔ اس طرح یہ سب مٹا دیا گیا کہ کیا بالکل فصاحت کے خلاف ہی
 ہے اور ہی دل ہی سے اس کے خریدار بنو۔ جب کہ تو مٹا دے اس کی چیز کو دنیا لگی۔ (ہی) بالکل
 ہے ربط اور زیست کیونکہ اوپر ہی خود اوپر ہی کا خفت کثرت اشغال سے ہو گیا ہے جس سے دل سودہ زدہ
 ازراہ محبت لگا ہے عقل پرانی نہیں جو یہ سودا لگی۔ کیا اردو سے معنی ہے خدا معلوم دل سودہ زدہ کیا
 ازراہ محبت لگا ہے عقل جو سودا لگی۔ کیا شکر ہے اگر لفظ سودا کو خبر سمجھ لیا جائے تو لطف قافیہ ہی نہیں
 رہتا اور بخشش میں بھی فوق پیدا ہو سکتا ہے دل کا بوسہ ترزی زلفوں سے بنا رکھا تھا یہ کیا خبر تھی کہ نگہ
 ہفت میں ہتیا لگی۔ دیکھا بوسہ زلفوں سے بنا رکھنا چہ معنی دار بوسہ بنا تو ہم نے کچھ نہیں سنا اور
 کہنے بنا یا تھا اور کسی لگنے ہتیا لیا داغ صاحب کی دوسری غزل جو جریدہ روزگار میں چھپی ہے
 کہ کیسے میں جلوے بیان کیسے کہتے ہیں عیان کیسے کہتے کہتے ہیں (بیان) سے لگا ہے
 اگر مشوق حقیقی کا جلوہ ہی تو دنیا میں یا کعبہ میں یا دیر میں یا دیکھیں کیونکہ اس کے واسطے تخصیص کی
 کوئی ضرورت نہیں مگر قید کاں اور تمام کا لطف یادہ ہی۔ ہر ماہ سے تو فقط شاعر کا بیان سمجھ لیا تھا
 بلکہ وہ جگہ کہ جہاں شعر موزون کیلے۔ اور اگر مشوق مجازی ہی تو اس کا نہ کیا بھی ہونا تھا شاید یہ عروج
 کہ محبوب کی کمان میں سے نشیب فزاؤں کو جھاسے کیا کیا نہ ملا ہے زمین آسمان کیسے کہتے۔ زمین آسمان کے
 قلابے ملا محاورہ ہی سے بنا یا کبھی جھوکو مجرم وہ ناحق نہ ملا پاکے ہاں میں ہاں کیسے کہتے۔ یہاں روئے کھنڈ
 جاتا رہا کیسے کہتے کہ کچھ تخصیص کی ہی ضرورت تھی نہ ناہ پر کوہ قویہ نہ وہاں ہونے و مانا جو
 کہتے کہتے۔ جنت میں ہر شخص جوان ہو کر داخل ہو گا ناہ نے کیا خطا کی جو کہ وہ جیسا رہا یا ہی رہے
 فنا و عشرت نہ سامان راحت نہ نشان سے ہو سبب نشان کہتے کہتے۔ نشان عشرت اور نشان جنت
 جب تسلیم کر لیا کہ تو شعر کی بے ربطی و غم جو مصرعہ ثانی اچھا ہے مگر مصرعہ اول اس سے چھان نہیں جھکا
 نشان کو بے نشان کر کے پہلے ایسے معنیوں کی ضرورت ہوئی ہی تھی خواہ یہ بے صاحب آتش و دم
 کا شعر نہ کہ قریب سے نہ ہی گورہا نہ مٹے نامیوں کے نشان کہتے کہتے۔ نہ کرد تو کیا ایک
 گنبد کھائی ہو گئی یا نام و نشان کہ جسے نشان کہتے ملا و عشرت اور سامان راحت و نشان ہی کیا ہو
 بے نشان ہو گئے جسے قافلہ واسطے اول ہی میں ملے نہ پست نہ گنبد نا تو ان کیسے کہتے کہتے
 میں تو زمین کی ضرورت آخر وہ زمین ہی نہیں ہے قافلہ واسطے اول ہی میں ملے نہ پست نہ گنبد

